ماہنامہ

احمدیہ گزٹ کینیڈا

دسمبر 2021ء

Humanity First
Serving Mankind

خدمتِ انسانیت، ایک احمدی کا مذہبی فریضہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا انٹرنیشنل کانفرنس ہیومینٹی فرسٹ 2021ء سے ایمان افروز اختتامی خطاب

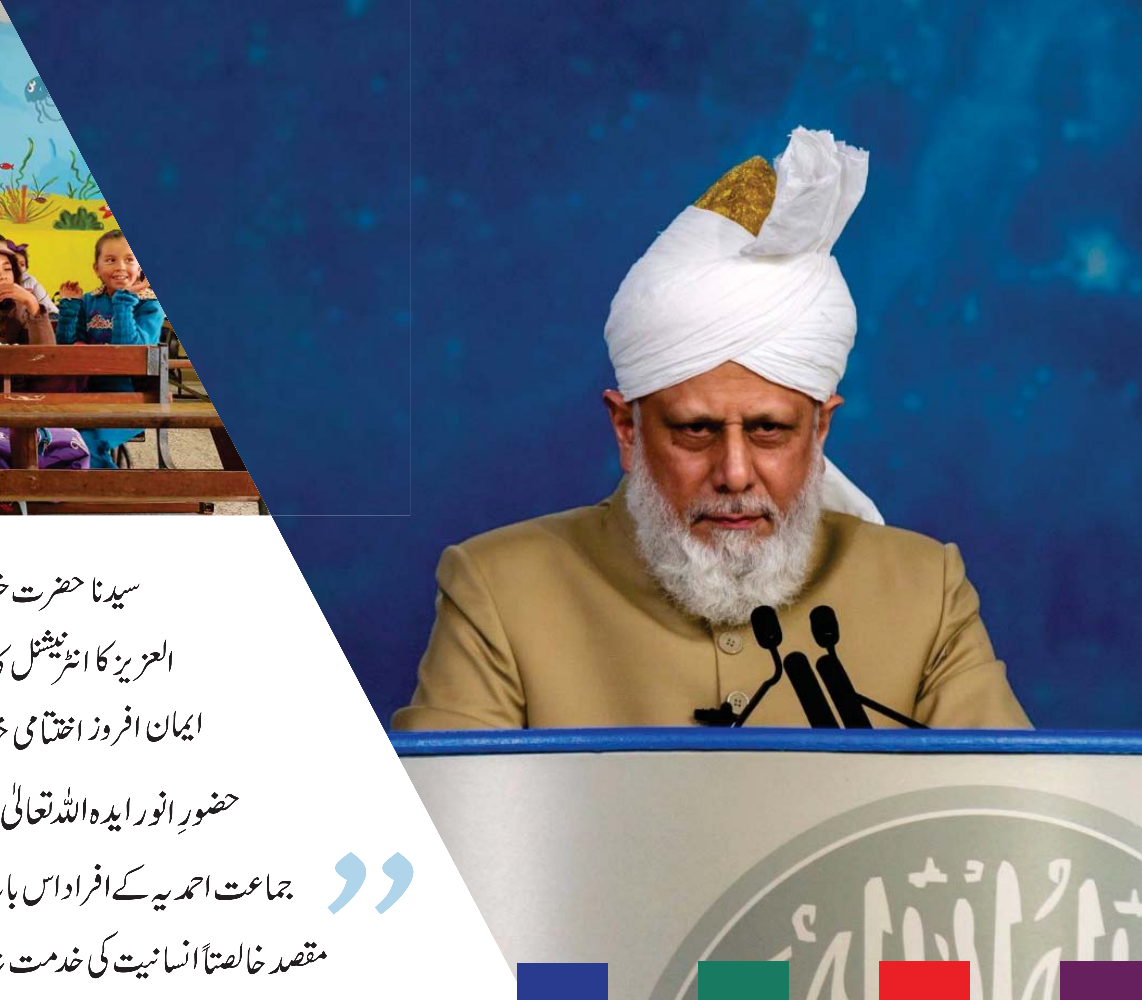

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا انٹرنیشنل کانفرنس ہیومینٹی فرسٹ 2021ء سے
ایمان افروز اختتامی خطاب

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”جماعت احمدیہ کے افراد اس بات کا بخوبی علم رکھتے ہیں کہ اگر ہمارا مقصد خالصتاً انسانیت کی خدمت نہ ہو تو ہمیں جماعتی یا دینی طور پر اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمارا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام اور احمدیت کی روشن کرنے والی تعلیمات کے مطابق انسانیت کی خدمت کرنا ہے۔
اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ اللہ تعالیٰ پر یقین اور ایمان ہی ہمیں انسانیت کی خدمت پر آمادہ کرتا ہے۔ جہاں کہیں بھی آپ ہوں دوسروں کے ساتھ سخاوت اور ہمدردی کے جذبے کے ساتھ انسانیت کی خدمت کریں اور اس خدمت میں اسلام کی تعلیمات پر عملدرآمد ہی ہمارا مطمح نظر ہونا چاہئے۔“

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 5 نومبر 2021ء، صفحہ 2)

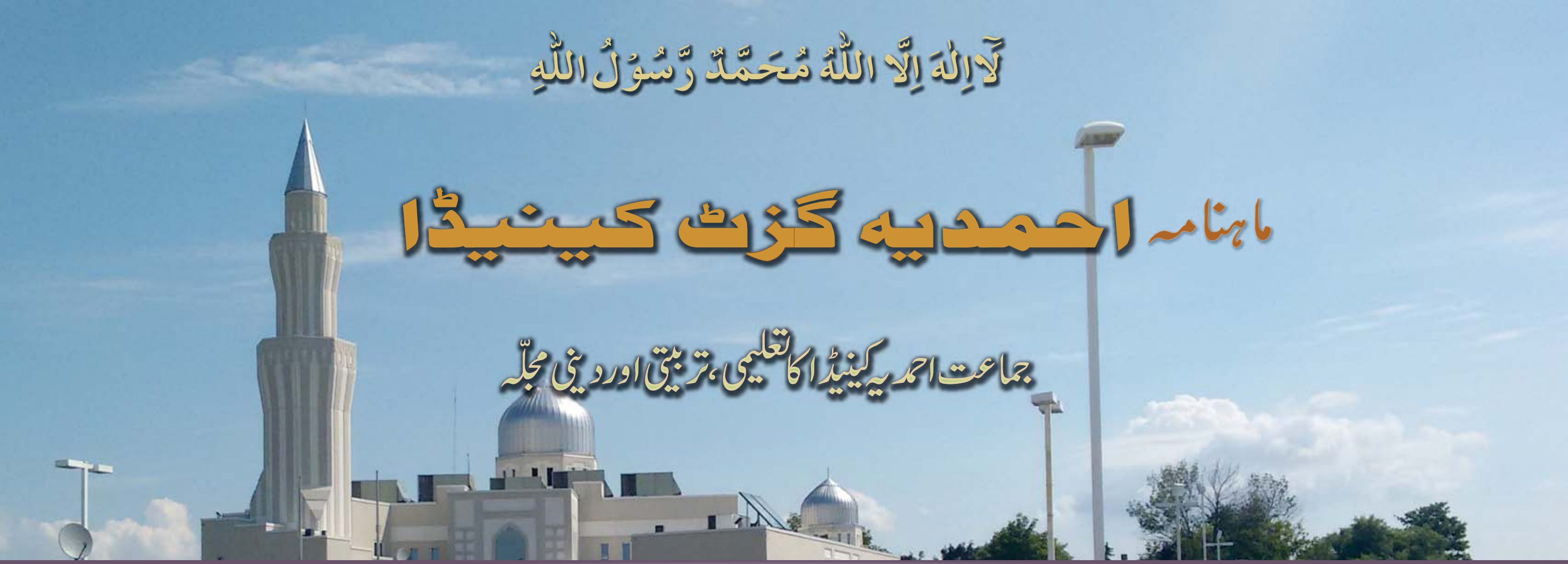

دسمبر 2021ء جلد نمبر 50 شمارہ 12

فہرست مضامین

★ قرآن مجید	2
★ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	2
★ ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	3
★ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات	4
★ نظام جماعت کی برکات اور ہمارا فرض از مکرم مولانا نصیر احمد قمر صاحب	12
★ اعجاز القرآن از مکرم مقصود احمد منصور صاحب	18
★ حضرت مرزا غلام اللہ قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ از مکرم فرحان حمزہ قریشی صاحب	21
★ افرادِ جماعت دینی علوم میں مہارت حاصل کریں از مکرم خالد محمود شرما صاحب	27
★ چند یادیں: چند باتیں از مکرم پروفیسر مبارک احمد انصاری صاحب	28
★ محترم ڈاکٹر احتشام الحق صاحب مرحوم از مکرم مولانا ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب	32
★ بعض دیگر مضامین، منظوم کلام اور اعلانات	34
★	
★	

نگران

ملک لال خاں
امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیر اعلیٰ

مولانا ہادی علی چوہدری

مدیران

ہدایت اللہ ہادی اور عثمان شاہد

معاون مدیر

شفیق اللہ

نمائندہ خصوصی

محمد اکرم یوسف

معاونین

مسعود ناصر، فوزیہ بٹ، غلام احمد عابد

تزئین و زیبائش

شفیق اللہ اور منیب احمد

مینیجر

مبشر احمد خالد

رابطہ

editor@ahmadiyyagazette.ca
Tel: 905-303-4000 ext. 2241
www.ahmadiyyagazette.ca

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۙ
الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ۙ
اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَرَحۡمَۃٌ ۟ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُہۡتَدُوۡنَ ۙ

(سورۃ البقرۃ 2: 156-158)

156۔ اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیدے۔

157۔ ان لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

158۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے برکتیں ہیں اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حَدَّثَنَا صُھَیْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَہُ كُلَّہُ خَیْرٌ وَلَیْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْہُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَیْرًا لَہُ وَ إِنْ أَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَیْرًا لَہُ

(صحیح مسلم ۔ جلد 15، کتاب الزہد والرقائق ، حدیث نمبر 5304، ایڈیشن 2015ء)

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کا معاملہ سراسر خیر ہے۔ اور یہ مومن کے علاوہ کسی کے لئے نہیں۔ اگر اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے۔ اور یہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے، یہ (بھی) اس کے لیے خیر ہے۔

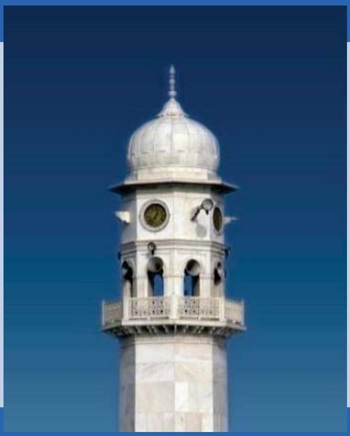

تکالیف اس لئے آتی ہیں کہ انسان آگے قدم بڑھائے

’’یہ وہ مصائب ہیں جو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے ڈالتا ہے۔ یہ ایک آزمائش ہے جس میں کبھی تو انسان پر ایک بھاری درجہ ڈر لاحق ہوتا ہے وہ ہر وقت اس خوف میں ہوتا ہے کہ شاید اب معاملہ بالکل بگڑ جائے گا۔ کبھی فقر و فاقہ شامل حال ہو جاتا ہے۔ ہر ایک امر میں انسان کا گزارا بہت تنگی سے ہونے لگتا ہے۔ کبھی مال میں نقصان نمودار ہوتا ہے۔ تجارت اور دکانداری بگڑ جاتی ہے۔ یا چور لے جاتے ہیں۔ کبھی ثمرات میں نقصان ہوتا ہے۔ یعنی پھل خراب ہو جاتے ہیں کھیتی ضائع ہو جاتی ہے یا اولاد عزیز مر جاتی ہے۔...

اللہ تعالیٰ ظالم نہیں۔ جب کسی پر صدمہ سخت ہو، اور وہ صبر کرے تو جتنا صدمہ ہوا تنا ہی اس کا اجر بھی زیادہ ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ رحیم غفور اور ستار ہے۔ وہ انسان کو اس واسطے تکلیف نہیں پہنچاتا کہ وہ تکلیف اٹھا کر دین سے الگ ہو جائے۔ بلکہ تکالیف اس لئے آتی ہیں کہ انسان آگے قدم بڑھائے۔ صوفیا کا قول ہے کہ ابتلا کے وقت فاسق آدمی قدم پیچھے ہٹاتا ہے اور صالح آدمی اور بھی قدم آگے بڑھاتا ہے۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ جلد دوم، صفحہ 283)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے

ارشاد فرمودہ خطباتِ جمعہ اکتوبر 2021ء کے خلاصہ جات

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اکتوبر 2021

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست اور دور اندیش حکمت عملی اور اس کے نتیجہ میں ہونے والی اسلامی فتوحات کا تذکرہ

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ یکم اکتوبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یورپ، اسپین اور سسلی میں تبلیغ کے ضمن میں ایک تقریر کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی لڑائی میں سپاہیوں کی کمی اور دشمن کی تعداد زیادہ ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مزید فوج بھیجنے کی درخواست کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف قبائل سے مشورہ کے بعد ایک قبیلہ سے نوجوان جمع کر کے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ تین ہزار سپاہی اور تین ہزار کے برابر حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمہاری مدد کے لیے بھیج رہا ہوں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک نوجوان کو اگر تین ہزار آدمی کے مقابلہ میں بھیجا جائے تو وہ کہے گا کہ یہ خلافِ عقل بات ہے لیکن ان لوگوں نے اپنے ایمان کی مضبوطی اور خلیفۂ وقت کی بات کو اہمیت دینے کی وجہ سے اکیلے حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کے بجائے بڑی شان و شوکت سے نعرے لگا کر اس کا استقبال کیا جس کی وجہ سے دشمن سمجھا کہ شاید لاکھ دو لاکھ فوج مسلمانوں کی مدد کو آ گئی ہے اور ڈر کے مارے میدان جنگ سے شکست کھا کر بھاگ گیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرِ دست ہمیں بھی اسی طرح اپنے دل کو اطمینان دینا ہوگا۔

فتوحاتِ مصر میں جنگ فرما قابلِ ذکر ہے۔ فرما بحیرہ روم اور پلوزی کے دہانے کے قریب دریائے نیل کے ساتھ ایک پہاڑی پر آباد مصر کا ایک مشہور شہر ہے۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر پہنچنے سے پہلے اپنے خط کے ملنے پر واپسی کا شرطیہ حکم دے کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چار ہزار کا لشکر دے کر مصر روانہ کیا۔ اس بارہ میں مختلف روایات ملتی ہیں لیکن درست یہی معلوم ہوتی ہے کہ مصر کی حدود کے اندر عریش میں انہیں خط ملا تھا اور مصر میں داخل ہونے کے بعد پھر انہیں آگے ہی بڑھنا تھا کیونکہ مومن کا اٹھتا قدم پیچھے نہیں ہٹتا۔ رومیوں نے اسلامی لشکر کی معمولی اور اپنی زیادہ تعداد و تیاری دیکھ کر مسلمانوں کا حوصلہ جلد ہی پست ہونے کے خیال سے اپنے آپ کو قلعہ بند کر لیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی مہینے کے محاصرے کے بعد قلعہ سے باہر نکلی رومی افواج کی ایک جماعت سے لڑائی کے بعد ان کو مغلوب کر کے فتح مبین کا راستہ صاف کر دیا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کے راستے پر فسطاط سے تیس میل دور ایک شہر کی فتح کے لیے رخ کیا تو رومی فوج نے لڑائی کی غرض سے آپؓ کا راستہ روک لیا۔ لڑائی کے بجائے آپؓ نے اسلام لانے اور جزیہ دینے کی تجویز پیش کرتے ہوئے اہلِ مصر سے صلہ رحمی اور احسان کا سلوک کرنے کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا بھی ذکر کیا۔ آپؓ کی طرف سے چار دن کی مہلت کے باوجود مصر کے حاکم ارطبون نے بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ راتوں رات مسلمانوں پر حملہ کر کے اچھی خاصی تعداد شہید کر دی جب کہ وہ اپنے ایک ہزار سپاہی قتل اور تین ہزار گرفتار ہونے پر میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ بلبیس میں ایک مہینہ تک لڑائی جاری رہنے کے بعد آخر مسلمانوں کی فتح ہوئی۔

جنگی کشمکش کے دوران قبطیوں کے سردار مقوقس کی چہیتی بیٹی ارمانوسہ گرفتار ہوئی۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ (سورۃ الرحمٰن 55:61) کیا احسان کی جزا احسان کے سِوا بھی ہو سکتی ہے؟ کے حوالے سے مقوقس کی جانب سے نبی ﷺ کے پاس ہدیہ بھیجنے کی وجہ سے مقوقس کی بیٹی کو اس کے تمام جواہرات اور خدمت گزاروں کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے واپس بھیج دیا۔ تمام صحابہ کرام نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے کو درست قرار دیا۔ یہ واقعہ مسلمانوں کی دانش مندی اور اخلاقی برتری کی دلیل ہے۔

دریائے نیل پر خلیج تراجان کے منبع کے پاس واقع ام دنین، پھر فیوم کے پورے صوبے پر اور عین الشمس میں مسلمانوں نے رومیوں پر فتح حاصل کی۔ صوبہ منوفیہ کے دو شہروں اثریب اور منوف پر فتح پائی۔ اسکندریہ کے بعد سب سے زیادہ مضبوط قلعہ بابلیون یا فسطاط کے سات ماہ کے محاصرے کے بعد اندر جا کر لڑتے لڑتے قلعہ فتح کیا۔ حضرت عمر نے فتح کا حال سن کر سجدہ شکر ادا کیا۔

اسکندریہ کی فتح کے ضمن میں مخالفین بالخصوص عیسائی مصنفین کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر دار کتب اسکندریہ یعنی لائبریری کو چھ ماہ تک جلتی آگ میں جلانے کے اعتراض کے ساتھ یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مسلمان نعوذ باللہ علم و عقل کے مخالف تھے۔ حالانکہ جس قوم کو اس کے راہنما یعنی رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہو کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور علم حاصل کرو خواہ چین جانا پڑے۔ ایسے لوگوں پر کتب خانے کو جلانے کا الزام لگانا عقل اور درایت کے اصولوں کے خلاف ہے۔ بہت سے عیسائی اور یورپین محققین نے بھی ثابت کیا ہے کہ اسکندریہ کے کتب خانے کے جلائے جانے کا واقعہ سراسر بناوٹی اور جعلی قصہ

ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب تصدیق براہین احمدیہ میں اس اعتراض کے ذکر پر فرماتے ہیں کہ اگر اسلام کی عادات میں یہ ہوتا تو اول خلیفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد میں اسلام کے پہلے مخاطب پاک کتابوں والے مذاہب یہود اور عیسائیوں کی کتب کو جلاتے۔ پھر مجوس پر تسلط پانے کے بعد ان کی کتابیں جلانے کا تاریخ میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔

دوم۔ اگر مذہبی کتابوں کا جلانا اسلام کا کام ہوتا تو یونانی فلسفہ، طب اور علوم کے ترجمے عربی زبان میں محال ہوتے۔

سوئم۔ اگر کتابوں کا جلانا اسلامی لوگ اختیار کرتے تو مکذّبِ براہین احمدیہ کی ہندوستان میں کون سی کتابیں جلی ہیں۔

چہارم۔ کہ سات سو برس سے زیادہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے عرصہ میں بھگوت، رامائن، گیتا، مہابھارت اور مشہور مذہبی کتابوں کے جلانے کی خبر کسی کان میں نہ پہنچی بلکہ ان میں سے بعض کے ترجمے ہوئے۔ پس انصاف سے سوچو۔

جان ولیم ڈریپر نے اپنی مشہور کتاب Conflict Between Religion and Science میں لکھا ہے کہ افسوس تو اس بات پر کرنا چاہئے کہ جب اسپین پر عیسائیوں کا قبضہ ہوا تو متعصب کارڈینل جیمینیز نے اسی ہزار عربی قلمی کتابیں غرناطہ کے میدانوں میں آگ کے شعلوں کے حوالے کر دی تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی سلطنت مشرق میں دریائے جیحون اور دریائے سندھ سے لے کر مغرب میں افریقہ کے صحراؤں تک اور شمال میں ایشیائے کوچک کے پہاڑوں اور آرمینیا سے لے کر جنوب میں بحرالکاہل اور نوبہ تک ایک عالمی ملک کی شکل میں دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوئی اور سب نے اسلام کے سایہ عدل اور رحمت میں امن اور سکون کی زندگی گزاری۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ اگر تمہیں کوئی شخص تھپڑ مارے تو تم بھی اسے تھپڑ مارو، وہاں اس نے یہ بھی کہا کہ اگر تم مقابلہ کرنا مصلحت کے خلاف سمجھو تو خاموش رہو اور تھپڑ کا جواب مت دو۔ اس امر کی دلیل نہیں ملتی کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے افغانستان اور بخارا کے قبائل اور کردوں کے ظلم پر ان کو معاف کیوں نہ کر دیا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ جانتے تھے کہ بعض قبائل نے مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا بلکہ خدا نے حملہ کیا ہے تاکہ مسلمان بیدار رہوں اور ان کے اندر ایک نئی روح اور ایک نئی زندگی پیدا ہو۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حوالے سے ایک خطبہ میں جماعت کو نصیحت فرمائی کہ مصائب اور مشکلات ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہونے چاہئیں اور یہی فتوحات کا پھر ذریعہ بنتے ہیں۔ اگر ان باتوں میں ہم صرف ڈر کے پیچھے پیچھے رہتے رہیں اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہ کریں تو پھر ترقی نہیں ہوسکتی۔ جب ترقیات مل جائیں اور مصائب ختم ہو جائیں تب ان دنوں میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے اور ہمیں اپنی روحانی ترقی اور روحانی بہتری کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ آج کل بھی ہر احمدی کے لیے یہی بات سمجھنے والی ہے۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 4 اکتوبر 2021)

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 8 ر اکتوبر 2021ء

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی فتوحات اور آپ کے واقعۂ شہادت کا تفصیلی تذکرہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 8 ر اکتوبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی فتوحات کا ذکر ہوا تھا۔ علامہ شبلی نعمانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات اور اس کے اسباب وعوامل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک مؤرخ کے دل میں فوراً یہ سوال پیدا ہوگا کہ چند صحرا نشینوں نے کیونکر فارس اور روم کا تختہ الٹ دیا۔ کیا یہ تاریخِ عالم کا کوئی مستثنیٰ واقعہ تھا۔ کیا ان فتوحات کو سکندر اور چنگیز خان کی فتوحات سے تشبیہ دی جاسکتی ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص مفتوحہ ممالک کا کل رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس مربع میل تھا۔ ان فتوحات کے متعلق یورپین مؤرخوں کی رائے ہے کہ اس وقت فارس اور روم دونوں سلطنتیں اوجِ اقبال سے گر چکی تھیں۔ خسرو پرویز کے بعد فارس کی سلطنت کا نظام بالکل درہم برہم ہوگیا تھا۔ نوشیرواں سے کچھ پہلے ملحد وزندیق فرقہ مزدقہ کا بہت زور ہوگیا تھا جن کے نزدیک لالچ دور کرنے کے لیے عورت سمیت تمام مملوکات کو مشترکہ ملکیت قرار دیا جاتا تھا۔ اسی طرح نسطوری عیسائیوں کو بھی کسی حکومت میں پناہ نہ ملتی تھی۔ مسلمان چونکہ مذہبی عقائد سے تعرض نہیں کرتے تھے لہٰذا مدت سے مشقِ ستم چلے آرہے تھے یہ دونوں فرقے اسلام کے سائے میں آکر مخالفین کے ظلم سے بچ گئے۔

رومی سلطنت کے متعلق یورپین مؤرخین کی رائے ہے کہ عیسائیت سے باہمی اختلافات ان دنوں زوروں پر تھے اور سلطنت کمزور ہوچکی تھی۔

علامہ شبلی اس کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بے شک اس وقت فارس وروم کی سلطنتیں عروج پر نہ تھیں لیکن اتنی کمزور بھی نہ ہوئی تھیں کہ عرب جیسی بے سروسامان قوم سے ٹکرا کر پرزے پرزے ہو جاتیں۔ روم وفارس فنونِ جنگ میں ماہر تھے، آلاتِ جنگ کا تنوع تھا، اپنے قلعوں اور مورچوں میں رہ کر ملک کی حفاظت کرنا تھی۔

دوسری جانب عرب کی تمام فوج تعداد میں ایک لاکھ سے بھی کم تھی اور وہ بھی ایسی کہ مروجہ آلاتِ جنگ سے تہی دست اور جدید فنونِ حرب سے ناواقف۔ پس اس سوال کا اصل جواب یہ ہے کہ مسلمانوں میں اس وقت پیغمبرِ اسلام ﷺ کی بدولت جوش، عزم، استقلال، بلند حوصلگی، دلیری پیدا ہوگئی تھی جسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید تیز کر دیا تھا۔ مسلمانوں کی راست بازی اور دیانت داری نے انہیں حکومت میں مددی اور اسی وجہ سے رعایا نے کبھی مزاحمت نہ کی۔ عراق اور شام کے رُؤسا اور عمائدینِ حکومت انہی اخلاق کو دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔ پس یہاں سکندر و چنگیز خاں کا نام لینا بالکل بے موقع ہے، ان دونوں نے قہر، ظلم وستم اور قتلِ عام کی بدولت بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں جب کہ مسلمانوں نے سچائی، حلم اور انصاف پسندی سے رعایا کے دل جیتے۔ چنگیز خاں، بخت نصر، تیمور، نادر شاہ وغیرہ سب سفاک اور ظالم تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات میں کبھی قانون اور انصاف سے تجاوز نہ ہوسکتا تھا۔ مثلاً بچوں کا قتل، بدعہدی اور آدمیوں کا قتلِ عام تو درکنار ایک درخت بھی کاٹنے کی اجازت نہیں تھی۔

جو لوگ حیرت انگیز فتوحاتِ فاروقی کا جواب یہ دیتے ہیں کہ دنیا میں اور بھی فاتح گزرے ہیں انہیں یہ دکھانا چاہئے کہ اس احتیاط، پابندی اور درگزر سے کس حکمران نے ایک چپہ غیروں کی زمین فتح کی ہے۔ سکندر چنگیز وغیرہ خود جنگ میں شریک ہوتے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مدتِ خلافت ایک دفعہ بھی

کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے لیکن تمام فوجوں کی باگ آپ کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ سکندر وغیرہ کی فتوحات بادل کی طرح تھیں جو ایک بار زور سے آیا اور نکل گیا جب کہ فتوحاتِ فاروقی میں یہ استواری تھی کہ تیرہ سو برس بعد آج بھی وہ مفتوحہ ممالک اسلام کے قبضے میں ہیں۔

یہ عام رائے کہ ان فتوحات میں خلیفۂ وقت کا اتنا کردار نہیں جتنا اس وقت کے جوش اور عزم کا ہاتھ تھا۔

اس کے متعلق علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی آخر وہی مسلمان تھے لیکن کیا نتیجہ ہوا۔ جوش اور اثر بے شبہ برقی قوتیں ہیں لیکن یہ قوتیں اس وقت کام دیتی ہیں جب کام لینے والا بھی اسی زور اور قوت کا ہو۔ فتوحاتِ فاروقی کے حالات صاف بتاتے ہیں کہ تمام فوج پتلی کی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشاروں پر حرکت کرتی تھی۔ فوج کی ترتیب، فوجی مشقیں، بیرکوں کی تعمیر، گھوڑوں کی پرداخت، قلعوں کی حفاظت، موسموں کے موافق فوج کی نقل و حرکت، پرچہ نویسی کا انتظام، افسرانِ فوج کا انتخاب، قلعہ شکن آلات کا انتخاب اور اس قسم کے بہت سے امور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ایجاد کیے اور زور وقوت کے ساتھ انہیں قائم رکھا۔ دس برس پر محیط ان لڑائیوں میں دو انتہائی خطرناک مواقع آئے ایک نہاوند کا معرکہ اور دوسرا جب قیصرِ روم نے جزیرہ والوں کی اعانت سے دوبارہ حمص پر چڑھائی کی، ان دونوں معرکوں میں صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسنِ تدبیر تھی جس نے اٹھتے ہوئے طوفانوں کو دبا دیا۔ آج تک فاروقِ اعظم کے برابر فاتح اور کشورکشا نہیں گزرا جو فتوحات اور عدل دونوں کا جامع ہو۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک موقعے پر دعا دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ نئے کپڑے پہنو اور قابلِ تعریف زندگی گزارو اور شہیدوں کی موت پاؤ۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ہلنے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے احد! ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ایک اور موقعے پر آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے کہا ہے کہ عالمِ اسلام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر روئے گا۔

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! مجھے اپنے رستے میں شہادت نصیب فرما۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا کرتے تھے کہ مجھے مدینے میں شہادت نصیب ہو۔ یہ دعا کس قدر خطرناک تھی کہ دشمن مدینے پر چڑھ آئے اور مدینے کی گلیوں میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان کی دعا کو اور رنگ میں قبول کرلیا اور وہ ایک مسلمان کہلانے والے کے ہاتھوں ہی مدینے میں شہید کردیے گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے متعلق حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رؤیا دیکھی تھی اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی اپنی شہادت سے متعلق نظارہ دیکھا تھا۔

آپؓ کو 26 ذوالحجہ 23 ہجری کو حملہ کرکے زخمی کیا گیا، یکم محرم 24 ہجری کو آپ کی شہادت ہوئی اور اسی روز تدفین عمل میں آئی۔

صحیح بخاری میں درج واقعۂ شہادت کی تفصیل کے مطابق آپ پر نمازِ فجر کے دوران مغیرہ کے ایک عجمی غلام نے دو دھاری عجمی چھری سے وار کیا تھا۔ اس شخص نے خود کو بچانے کے لیے تیرہ اور لوگوں کو بھی زخمی کیا تھا جن میں سے سات جاں بحق ہوگئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زخمی ہونے پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لیے آگے کیا جنہوں نے لوگوں کو مختصر نماز پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد سے اٹھا کر گھر لایا گیا جہاں انہیں پہلے نبیذ اور پھر دودھ پلایا گیا لیکن وہ زخموں سے بہہ گیا اور لوگ سمجھ گئے کہ آپؓ جاں بر نہ ہوسکیں گے۔

ایک نوجوان نے آپؓ کے فضائل بیان کیے تو آپؓ نے فرمایا میری تو یہ آرزو ہے کہ یہ باتیں برابر ہی برابر رہیں، نہ میرا مواخذہ ہو اور نہ مجھے ثواب ملے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے قرض کا حساب کروایا جو تقریباً چھیاسی ہزار درہم تھا، آپؓ نے اس کی ادائیگی کے متعلق ہدایات دیں۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھجوایا اور فرمایا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہنا کہ عمر بن خطاب اس بات کی اجازت چاہتا ہے کہ اسے ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچے تو وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے اس جگہ کو اپنے لیے رکھا ہوا تھا لیکن آج میں اپنی ذات پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدم کروں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجازت ملنے کی خبر سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا الحمدللہ! مجھے اس سے بڑھ کر اور کسی چیز کی فکر نہ تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلافت کا انتخاب کرنے کے لیے مقرر فرمایا اور آئندہ منتخب ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین و انصار، بدوی عربوں اور محتاجوں سے حسنِ سلوک کی وصیت فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آئندہ جاری رہنے کا ارشاد فرمانے کے بعد حضورِ انور نے فرمایا کہ آج جرمنی کا جلسہ شروع ہو رہا ہے۔ یہ دو دن کا جلسہ ہے۔ کل ان شاء اللہ اختتامی اجلاس سے میں خطاب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس جلسے کو بابرکت فرمائے۔

خطبے کے آخر میں حضورِ انور نے دو مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

پہلا ذکر مکرم قمرالدین صاحب مبلغ سلسلہ انڈونیشیا کا تھا جن کی وفات 65 برس کی عمر میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم نے 1972ء میں احمدیت قبول کی تھی اور 1986ء میں پاکستان سے شاہد کی ڈگری حاصل کی تھی۔ آپ کا عرصہ خدمت پینتیس سال پر محیط ہے۔ مرحوم قناعت شعار، عبادت گزار، خلافت سے محبت کرنے والے، نہایت مخلص اور پرجوش خادمِ سلسلہ تھے۔

دوسرا ذکر مکرمہ صبیحہ ہارون صاحبہ اہلیہ سلطان ہارون خان صاحب مرحوم کا تھا۔ آپ گزشتہ دنوں 73 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں تین بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ ان کے ایک بیٹے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے داماد ہیں۔ مرحومہ خاموش طبع، صدقہ و خیرات کرنے والی، مہمان نواز اور بڑی صابرہ خاتون تھیں۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 11 اکتوبر 2021ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 15 اکتوبر 2021ء

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے

واقعات کا مختلف مؤرخین و سیرت نگاروں کے حوالہ جات سے تفصیلی ذکر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 15 اکتوبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے حوالے سے صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملے کے وقت نماز فجر کی ادائیگی کی گئی جب کہ صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زیادہ خون بہنے کے باعث غشی طاری ہو گئی تو میں نے لوگوں کے ساتھ اٹھا کر انہیں گھر پہنچا دیا۔ صبح کی روشنی ہونے پر آپؓ کو جب ہوش آیا تو آپؓ کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ اس پر آپؓ نے فرمایا اس کا کوئی اسلام نہیں جس نے نماز ترک کی۔ پھر آپؓ نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

طبقات کبریٰ میں بھی یہی بیان ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر پہنچانے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی جس میں دو چھوٹی سورتیں پڑھنے کا ذکر ملتا ہے۔

طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب لوگوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خنجر مارنے والے شخص کے بارہ میں پوچھا تو لوگوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام ابولؤلؤ کا نام لیا جس نے پکڑے جانے پر اسی خنجر سے خودکشی کر لی۔

مؤرخین کے بیانات سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ابولؤلؤ فیروز نے وقتی جوش اور غصہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا تھا۔ تاریخ و سیرت کی اہم کتاب البدایہ والنہایہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں ہرمزان اور جفینہ پر کیے گئے شبہ کے نتیجہ میں حال کے بعض مؤرخین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کو باقاعدہ طے شدہ منصوبہ اور سازش قرار دیتے ہیں اور مدینہ میں رہنے والے بظاہر مسلمان ایرانی سپہ سالار ہرمزان کو اس میں شامل سمجھتے تھے۔

محمد رضا صاحب اپنی کتاب سیرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے والیٔ کوفہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش پر ان کے ایک ہنرمند غلام ابولولو کو جو لوہار اور نقش و نگار کا ماہر بڑھئی تھا مدینہ آنے کی اجازت دی۔ غلام کی شکایت پر کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر ماہانہ سو درہم ٹیکس مقرر کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ ٹیکس اس کے کام کی مہارت کے مطابق قرار دیا جس سے وہ ناراض ہو گیا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہوا سے چلنے والی چکی بنانے کے پوچھنے پر ابولؤلؤ نے غصہ اور ناپسندیدگی کے عالم میں دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ میں آپؓ کے لیے ایسی چکی بناؤں گا جس کا لوگ چرچا کریں گے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کا پختہ ارادہ کر کے وسطی دستہ والا دو دھاری خنجر بنا کر زہر آلود کر کے ایرانی سپہ سالار ہرمزان کو دکھایا جس نے خیال ظاہر کیا کہ اس کے ذریعہ جس پر بھی وار ہو گا قتل ہو جائے گا۔ ہرمزان کو مسلمانوں نے تستر کے مقام پر قید کر کے مدینہ بھیج دیا تھا۔ ہرمزان قتل ہونے کے خوف سے مسلمان ہو گیا تھا۔

طبقاتِ ابن سعد میں نافع کی روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرمزان اور جفینہ کے پاس وہ چھری دیکھی جس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا۔ جب کہ طبری میں مذکور سعید بن مسیّب کی روایت کے مطابق عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ خنجر دیکھا تھا جو ابولؤلؤ جفینہ اور ہرمزان کے درمیان گر گیا تھا۔ حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اپنی تلوار سے دونوں کو قتل کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی امان کی موجودگی میں دونوں کے قتل کرنے پر حضرت عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وجہ پوچھی تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا حتی کہ لوگوں نے انہیں بچایا۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کی صداقت اللہ بہتر جانتا ہے۔

ایک اور جگہ بیان ہے کہ حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ہرمزان پر تلوار کا وار کیا تو اس نے لا اِلٰہ اِلا اللہ پڑھا اور جب جفینہ کو تلوار ماری تو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے صلیب کا نشان بنایا۔ بعد ازاں انہوں نے ابولؤلؤ کی بیٹی کو بھی قتل کر دیا۔

اسی طرح ایک اور سیرت نگار ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایرانی یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے عبرت ناک شکست پر اپنے دلوں میں عربوں کے خلاف عموماً اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف خصوصاً کینہ و بغض کے جذبات چھپائے بیٹھے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ ابولؤلؤ کا فعل مدینہ میں عجمی بے دینوں کی مختصر سی ایک جماعت کے غضب اور انتقام سے لبریز لوگوں کی سازش کا نتیجہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے اس سازش سے پردہ اٹھا کر اس کی تہ تک پہنچ سکتے تھے۔ اگر ابولؤلؤ فیروز خودکشی نہ کرتا لیکن قضا و قدر نے اس سازش کی طرف رہنمائی کی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ قابل اعتبار گواہی دے رہے ہیں کہ جس چھری سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا وہ ہرمزان اور جفینہ کے پاس تھی۔ اس کے بعد شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سازش کا شکار ہوئے۔

بہرحال حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقدام کی قانونی طور پر اجازت نہیں تھی۔ کسی شخص کو اختیار نہیں کہ وہ خود انتقام لینے کے لیے کھڑا ہو جائے یا اپنا حق خود وصول کرے جب کہ معاملات کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء کے لیے مخصوص تھا کہ وہ لوگوں کے درمیان منصفانہ فیصلے اور مجرم کے خلاف قصاص کا حکم صادر کرتے تھے۔ بعید از قیاس نہیں کہ یہ قتل ایک باقاعدہ سازش ہو۔

کچھ مؤرخین کے دلائل میں وزن ہے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی طرح کی ایک سازش کا شکار ہوئے جس سے اس شبہ کو مزید تقویت ملتی ہے کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی اور غلبہ کو روکنے اور اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بیرونی عناصر کی ایک سازش کے تحت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت وَ لَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا۔ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خلفاء پر کوئی ایسی مصیبت نہیں آئی جس سے انہوں نے خوف کھایا ہو اور اگر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے امن سے بدل دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متواتر دعائیں کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھے مدینہ میں شہادت نصیب کر۔ پس ان کی شہادت پر کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ان پر خوفناک وقت آیا مگر خدا تعالیٰ نے امن سے نہ بدلا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا قبول کر لی اور ایسے سامان پیدا کر دیے جن سے اسلام کی عزت قائم رہی۔ چنانچہ مدینہ پر کسی بیرونی لشکر کے حملہ آور ہونے کے بجائے اندر سے ہی ایک خبیث

اٹھا اور اس نے خنجر سے آپؓ کو شہید کر دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلاموں کی آزادی کے حوالے سے اسلامی تعلیم بیان کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا سبب بیان فرمایا کہ یہ حکم تھا کہ غلاموں کو بغیر کسی تاوان کے رہا کر دو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے اور کوئی غلام تاوان ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ اپنی تاوان کی قسطیں مقرر کروا سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ایسے غلام نے ہی مارا تھا جس نے مکاتبت کی ہوئی تھی۔ ایک مقدمہ آپؓ کے پاس آیا کہ کسی شخص کا غلام کماتا بہت تھا لیکن مالک کو دیتا کم تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساڑھے تین آنے اس کے ذمہ لگا دیے کہ مالک کو ادا کیا کرو۔ اس فیصلہ کو اس نے ایرانی ہونے کی وجہ سے اپنے خلاف سمجھا اور غصہ میں دوسرے ہی دن خنجر سے آپؓ پر حملہ کر دیا اور اس کے زخموں کے نتیجہ میں آپؓ شہید ہو گئے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کے موقع پر چند آدمی حفاظت کے لیے مقرر کرنے کے ضمن میں بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسلمان بھی نماز میں مشغول تھے کہ ایک بدمعاش شخص نے آگے بڑھ کر خنجر سے وار کر دیا۔ قرآن مجید کا صراحتاً حکم ہے کہ حفاظت کے لیے مسلمانوں میں سے آدھے کھڑے رہا کریں گو یہ جنگ کے وقت کی بات ہے لیکن اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ چھوٹے فتنے کے انسداد کے لیے اگر چند آدمی نماز کے وقت کھڑے کر دیے جائیں تو یہ قابل اعتراض امر نہیں۔ اس واقعہ کے بعد صحابہؓ نے انتظام کیا کہ جب بھی نماز پڑھتے ہمیشہ حفاظت کے لیے پہرے رکھتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر ضرورت مندوں اور غریبوں پر خرچ کرنے کی وجہ سے ان کے ذمہ چھیاسی ہزار درہم قرض تھا۔ کتاب وفاء الوفا میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قرض کی ادائیگی کے لئے اپنے مکان کو بیچنے اور بنو عدی اور قریش کے علاوہ کسی اور سے مدد نہ مانگنے کی ہدایت فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ مکان بیچ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرض ادا کر دیا۔ اس گھر کو ''دار القضا دَینِ عمرؓ'' کہا جانے لگا یعنی وہ گھر جس کے ذریعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرض ادا کیا گیا تھا۔

حضور نے فرمایا یہ ذکر ابھی مزید چل رہا ہے ان شاء اللہ آئندہ ذکر ہوگا۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 19 اکتوبر 2021ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 22 اکتوبر 2021ء

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ اور مختلف واقعات کا تذکرہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 22 اکتوبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گزشتہ خطبے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے ضمن میں حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باہمی الجھاؤ کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں مزید تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جب ان دونوں کا الجھاؤ ہوا تب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی مسندِ خلافت پر فائز نہیں ہوئے تھے۔ پہلے پہل تو حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارادہ تھا کہ وہ مدینے میں موجود تمام قیدیوں اور غلاموں کو قتل کر دیں لیکن مہاجرین صحابہ کے سمجھانے پر وہ اپنے اس ارادے سے رک گئے۔ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ منتخب ہو گئے تو عبیداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبیداللہ کے قتل کا مشورہ دیا تاہم دیگر صحابہ نے اس مشورے کے برخلاف رائے دی اور کہا کہ کل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل ہوئے ہیں اور آج ان کا بیٹا قتل کر دیا جائے یہ ناقابلِ برداشت شدت اور سختی ہے۔ اس صورتِ حال میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مال سے مقتولین کا خون بہا ادا کیا۔

تاریخ طبری کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصاص کے طور پر عبیداللہ کو ہرمزان کے بیٹے کے سپرد کر دیا تھا۔ جب وہ عبیداللہ کو قتل کرنے کے لیے لے جانے لگا تو لوگوں نے بار بار اس سے عبیداللہ کو چھوڑ دینے کی درخواست کی۔ جس پر ہرمزان کے بیٹے نے خدا اور ان لوگوں کی خاطر عبیداللہ کو چھوڑ دیا۔ کیا مقتول معاہد کافر کے بدلے میں مسلمان قاتل کو سزا دی جا سکتی ہے؟

اس مسئلے کے حل کے لیے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعے کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے ثابت ہے کہ صحابہ کا طریق عمل یہی تھا کہ وہ غیر مسلم کے مسلم قاتل کو سزائے قتل دیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الحاح اور عجز وانکسار کا یہ حال تھا کہ آپؓ نے وفات کے وقت اپنے بیٹے کو کہا کہ میرے کفن اور میری قبر میں میانہ روی سے کام لینا۔ مجھے کستوری وغیرہ سے غسل نہ دینا، میرے جنازہ کے ساتھ کسی عورت کو نہ لے کر جانا اور میری ایسی تعریف نہ کرنا جو مجھ میں نہیں۔ جب حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کی اور کہا کہ اللہ نے آپؓ کے ذریعے نئے شہر آباد کیے، بہت سی فتوحات عطا کیں۔ آپؓ نے فلاں فلاں کام کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنا تو فرمایا کہ میری تو تمنا ہے کہ اس حال میں دنیا سے جاؤں کہ نہ میرے لیے کوئی اجر ہو اور نہ کوئی بوجھ یعنی نہ مجھ پر کچھ عذاب ہو اور نہ میرے لیے کوئی ثواب۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہونے لگے تو ان کی آنکھیں نم ہو گئیں اور وہ کہتے تھے کہ خدایا! میں کسی انعام کا مستحق نہیں ہوں میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ سزا سے بچ جاؤں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نمازِ جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی اور آپؓ کو قبر میں اتارنے والوں میں حضرت عثمان، حضرت سعید بن زید، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بعض دیگر جید صحابہؓ شامل تھے۔ بوقتِ وفات آپؓ کی عمر مختلف روایات میں تریپن سے لے کر پینسٹھ برس تک بیان کی گئی ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ صلحاء کے پہلو میں دفن بھی ایک نعمت ہے۔ جو شخص بکمال شوق اللہ کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے تو وہ اسے ضائع نہیں کرتا۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے صدق وخلوص کی کیا بلند شان ہے کہ وہ دونوں ایسے مبارک مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو بصد شوق وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہونے لگے تو انہوں نے اس بات کے لیے بڑی تڑپ ظاہر کی کہ آپؓ کو رسولِ کریم ﷺ کے قدموں میں جگہ مل جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ انسان تھے جن کے متعلق عیسائی مؤرخ بھی لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایسی حکومت کی جو دنیا میں اور کسی نے نہیں کی۔ عیسائی مؤرخ رسول کریم ﷺ کو گالیاں دیتے ہیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے ہیں۔ ایسا شخص ہر وقت کی صحبت میں رہنے والا مرتے وقت بھی حسرت رکھتا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کے قدموں میں اسے جگہ مل جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسدِ اطہر کے سرہانے کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپؓ نے کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو آپؓ سے بڑھ کر مجھے اس لحاظ سے پیارا ہو کہ میں اس کے اعمال جیسے عمل کروں۔ اللہ کی قسم! مجھے اس چادر میں لپٹے ہوئے انسان سے زیادہ روئے زمین پر کوئی شخص پسند نہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے بہت دفعہ سنا ہے کہ آپؐ فرمایا کرتے کہ میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ داخل ہوئے، میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نکلے۔ یعنی یوں آپؐ مختلف فقرات فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر فرمایا کہ آپؓ اسلام کے لیے حصنِ حصین تھے۔ اگر آپؓ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور باقی تمام انسانوں کا علم دوسرے پلڑے میں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پلڑا بھاری ہوگا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں اسلام کی مثال اس شخص کی طرح تھی جو مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق کے لیے سخی اور باطل کے لیے بخیل تھے۔ آپؓ کی وفات پر حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روتے ہوئے فرمایا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے اسلام میں ایسا رخنہ پیدا ہوگیا ہے جو قیامت تک پُر نہیں ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف وقتوں میں دس شادیاں کیں جن سے نو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

مستشرقین کا خراجِ عقیدت

☆ مشہور مستشرق ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرہیزگاری اور عاجزی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کم نہ تھی۔ آپؓ کے کھانے میں جو کی روٹی اور کھجوریں ہی ہوتیں، پانی آپ کا مشروب تھا۔

☆ مائیکل ایچ ہارٹ نے اپنی کتاب

The 100 : A Ranking of the Most Influential Persons in History

میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر باون نمبر پر کیا ہے۔ یہ لکھتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غالباً مسلمانوں کے سب سے عظیم خلیفہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ 634ء میں خلیفہ بنے اور 644ء تک اقتدارِ خلافت میں رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دس سالہ دورِ خلافت ہی تھا جس میں عربوں نے سب سے اہم فتوحات حاصل کیں۔ جس قدر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات کی وسعت کی اہمیت ہے اسی قدر ان فتوحات کی پائیداری بھی اہم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کامیابیاں بلاشبہ متاثر کن ہیں۔ محمد ﷺ کے بعد آپؓ اسلام کے پھیلاؤ میں کلیدی شخصیت تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں عربوں کی فتوحات شارلیمن اور جولیس سیزر کے مقابلے میں بلحاظ حجم اور وقت کے بہت زیادہ اہم ہیں۔

☆ پروفیسر فلپ کے اے ٹی لکھتے ہیں کہ سادہ، کفایت شعار اور آپؓ کے متحرک اور باصلاحیت جانشین عمرؓ بلند قامت اور مضبوط جسم والے تھے۔ آپؓ نے ایک بادیہ نشین کی طرح سادگی سے زندگی گزاری۔ آپؓ کا بلند و بالا کردار تمام باضمیر جانشینوں کے لیے پیروی کا نمونہ بن گیا۔

حضرت عمر کا ذکر آئندہ جاری رہنے کا ارشاد فرمانے کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درج ذیل مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

1۔ صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب جو گزشتہ دنوں 92 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

آپ، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نواسی، حضرت نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت نواب محمد علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ مجھ سے ان کے مختلف رشتے تھے یہ میری دادی کی بہن بھی تھیں، رشتے میں خالہ اور پھوپھی بھی بنتی تھیں۔ ان سب رشتوں کے باوجود کہتیں کہ میں بس خلیفہ وقت کی تابع دار ہوں۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ مرحومہ غریبوں، ماتحتوں، ملازموں اور رشتے داروں کا بے حد خیال رکھنے والی، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابند، خلافت کی مطیع اور عاشق، بہت مخیّر خاتون تھیں۔ عبادات اور مالی قربانیوں میں بہت بڑھی ہوئی تھیں۔

2۔ مکرمہ کلارا آپا صاحبہ اہلیہ رولان سائن بائیف صاحب سابق امیر جماعت قزاقستان۔ آپ گزشتہ ماہ وفات پاگئی تھیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

مرحومہ نے 1994ء یا 1995ء میں بیعت کی تھی۔ آپ بہت اچھی مترجم اور مصنفہ تھیں، انہیں قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کی سعادت بھی عطا ہوئی۔ آپ جماعت قزاقستان کی نہایت متحرک ممبر اور سرپرست تھیں۔

3۔ مکرم ونگ کمانڈر عبدالرشید صاحب جو گزشتہ ماہ وفات پاگئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن.

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لیبیا کا پہلا امیر جماعت مقرر فرمایا تھا۔ مرحوم عبادت گزار، تلاوت قرآن کریم کرنے والے، چندہ جات میں باقاعدہ، غریبوں کا خیال کرنے والے اور خلافت سے بڑا گہرا اطاعت کا تعلق رکھنے والے تھے۔

4۔ مکرمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ کریم احمد نعیم صاحب آف امریکہ۔ جن کی گزشتہ ماہ وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن

آپ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھوٹی بہو تھیں۔ مرحومہ تہجد گزار، دعا گو، خلافت کی شیدائی، مخلص، غریب پرور خاتون تھیں۔ آپ شہید ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب کی ساس تھیں۔

5۔ مکرم حفیظ احمد گھمن صاحب جو گزشتہ دنوں وفات پاگئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کا خاص شوق رکھتے تھے۔ آپ ہمدردی خلق میں بڑھے ہوئے، وقت کے بے حد پابند، دینی خدمت کرنے والے، سادہ مزاج اور محنتی شخصیت کے مالک تھے۔

حضورِ انور نے تمام مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کی۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 25 اکتوبر 2021ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اکتوبر 2021ء

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے مثال اوصافِ حمیدہ اور عشرہ مبشرہ کا تذکرہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 29 اکتوبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن دس افراد کو جنت کی بشارت عطا فرمائی تھی ان میں حضرت عمر کے علاوہ حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن وقاص، حضرت سعد بن زد اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا کہ وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق میں نے انہیں جنت کی بشارت دی جس پر انہوں نے الحمدللہ کہا۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو جنت کی بشارت دو باوجود کہ ایک مصیبت کے جو اسے پہنچے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی الحمدللہ کہا۔ پھر کہا مصیبت سے محفوظ رہنے کے لے اللہ سے مدد طلب کی جا سکتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بار میں سویا ہوا تھا تو اپنے آپ کو جنت میں ایک محل کے پاس دیکھا۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ وہ محل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ ان کی غیرت کا خیال آتے ہی میں واپس چلا آیا۔ وہ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا میں آپؐ سے غیرت کروں گا۔ آپؐ کیوں واپس آ گئے برکت بخشتے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیین والوں میں سے کوئی شخص جنت والوں پر جھانکے گا تو اس کے چہرے کی وجہ سے جنت جگمگا اٹھے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان میں سے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انبیاء اور مرسلین کے علاوہ جنت کے اولین اور آخرین کے تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ ضرور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے کوئی محدث ہے تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع، خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے۔

ایک حدیث کے مطابق جس شخص کی روحانی حالت عمرؓ کے موافق ہوگی وہ ضرورت کے وقت بحسب ضرورت محدث ہوگا۔ چنانچہ اس عاجز کو بھی ایک مرتبہ الہام ہوا تھا کہ اَنْتَ مُحَدَّثُ اللّٰہِ فِیْكَ مَادَّۃٌ فَارُوْقِیَّۃٌ۔ کہ تو محدث اللہ ہے تجھ میں مادہ فاروقی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جنگ یمامہ میں جب ستر حفاظِ قرآن شہید ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حفاظت اور تدوین قرآن کی تجویز دی اور پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تدوین کا کام شروع کیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر صحابہ میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت سعد، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت سالم، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن سائب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حفظ ثابت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض وحییں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت کی وجہ سے ہوئیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی تین موافقات کا ذکر ہے۔ مقام ابراہیم کو نماز گاہ بنانے پر آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى (سورۃ البقرۃ 126:2) نازل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیویوں کے پردہ کرنے کی تجویز دینے پر پردے کی آیت نازل ہوئی۔ اور نبی کریم صلی الاللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا بوجہ غیرت آپؐ کے متعلق ایکا ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ اگر تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دے دیں تو ان کا رب تم سے بہتر بیویاں ان کو بدلہ میں دے گا۔ اس پر آیت عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ (سورۃ التحریم 6:66) نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں منافقن کا جنازہ نہ پڑھنے اور سنن ترمذی میں شراب کی حرمت کے بارہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وحی قرآن سے موافقت کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ صحابہؓ میں اس قدر بڑا ہے کہ بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا۔ اور ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سائے سے بھاگتا ہے۔ دوسری حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ تیسری حدیث ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صحابی عبداللہ بن زیدؓ کو وحی کے ذریعہ سے اذان سکھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے یہی اذان سکھائی تھی مگر دس دن تک میں خاموش رہا اس خیال سے کہ ایک اور شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بیان کر چکا ہے۔ سنن ترمذی کی ایک روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خواب کا بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بات زیادہ پختہ ہے اور اب مزید تصدیق ہوگئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئے تو دیکھا کہ چٹائی پر لیٹنے کی وجہ سے چٹائی کے نشان آپؐ کی پیٹھ پر لگے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ قیصر اور کسریٰ تو آرام کی زندگی بسر کریں اور آپؐ تکلیف میں۔ آنجنابؐ نے فرمایا کہ مجھے اس دنیا سے کیا کام۔ میری مثال اس سوار کی سی ہے جو شدت گرمی کے وقت ایک اونٹنی پر جا رہا ہے اور جب دوپہر کی شدت نے اس کو سخت تکلیف دی تو وہ اسی سواری کی حالت میں دم لینے کے لئے ایک درخت کے سائے کے نیچے ٹھہر گیا اور پھر چند منٹ کے بعد اس گرمی میں اپنی راہ لی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے اجازت دی اور فرمایا: اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا۔ حضرت عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر مجھے اس کے بدلے میں ساری دنیا بھی مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہو۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیال پیدا ہوا کہ آپؐ زندہ ہیں اور دوبارہ تشریف لائیں گے اور آپؓ اس شخص کی گردن اڑانے کو تیار تھے جو اس کے خلاف کہے لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کل صحابہ کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (سورۃ آل عمران 3:145) تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاؤں کانپ گئے اور میں صدمے کے مارے زمین پر گر گیا۔ پس اگر کوئی نبی زندہ موجود ہوتا تو یہ استدلال درست نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ سکتے تھے کہ حضرت مسیح ابھی زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں زندہ نہیں رہ سکتے۔ مگر سب صحابہؓ کا سکوت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی کیا کرتے تھے۔ حجر اسود کو کہا کرتے تھے کہ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز نہ چومتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کے قیدی آزاد کئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک قیدی لڑکی کو فوراً آزاد کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی ایک جماعت کا نام لے کر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ مجھے ان اشخاص کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور خلافت میں صرف اس شخص کی نماز جنازہ ادا کرتے جس کی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھتے بصورت دیگر اس کی نماز جنازہ ترک کر دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو ظاہراً پورا کرنے کے لئے کسریٰ کے کڑے ایک صحابی کو پہنا دیئے۔

حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک رؤیاء سے استدلال کیا ہے کہ دنیاوی فتوحات اور عظمت جو مسلمانوں کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے نصیب ہوئیں وہ علم نبوت کا اک بچا ہوا حصہ تھا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا۔

حضرت مالک بن اغوال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے، اپنے نفس کو تو لو قبل اس کے کہ تمہیں تولا جائے اور سب سے بڑھ کر بڑی پیشی کے لئے تیاری کرو۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت دیکھا جب آپ امیر المومنین تھے کہ آپؓ کے کندھوں کے درمیان قمیص میں چار چمڑے کے پیوند دیکھے۔ یہ ذکر ابھی آئندہ بھی چلے گا۔ ان شاء اللہ۔

حضور انور نے آخر میں مکرم ڈاکٹر تاثر مجتبیٰ صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ کی وفات پر ان کا ذکر خیر فرماتے ہوئے ان کی جماعتی خدمات کا بھی تذکرہ فرمایا اور بعد نماز جمعہ ان کا نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ یکم نومبر 2021ء)

پردہ اور سوشل میڈیا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 10 جولائی 2016ء کے موقع پر ایک خصوصی پیغام میں فرمایا:

’’پھر آج کل سوشل میڈیا پر بہت سی برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں ماں باپ کے سامنے خاموشی سے چیٹنگ کر رہے ہوتے ہیں۔ پیغامات کا اور تصاویر کا تبادلہ ہو رہا ہوتا ہے۔ نئے نئے پروگراموں میں اکاؤنٹ بنا لئے جاتے ہیں اور سارا سارا دن فون، آئی پیڈ اور کمپیوٹر وغیرہ پر بیٹھ کر وقت ضائع کیا جاتا ہے۔ اس سے اخلاق بگڑتے ہیں، مزاج میں چڑچڑا پن پیدا ہونے لگتا ہے اور بچے دیکھتے ہی دیکھتے ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں۔ ان ساری باتوں پر نظر رکھنے اور انہیں محدود کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے آپ کو ان کے لئے متبادل مصروفیات بھی سوچنا ہوں گی۔ انہیں گھریلو کاموں میں مصروف کریں۔ جماعتی خدمات میں شامل کریں اور ایسی مصروفیات بنائیں جو ان کے لئے اور معاشرہ کے لئے مثبت اور مفید ہوں۔ یہ بڑی اہم ذمہ داری ہے جسے احمدی مستورات نے بجالانا ہے۔‘‘

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 17 اکتوبر 2021ء)

جے ہو تیری مرزا!! تیری ہمت کو سلامی

مکرم اطہر حفیظ فرازؔ صاحب

پھر نام کمانے کے جو ارمان جگے ہیں
ایمان سلا کر یہ جو سلطان جگے ہیں

پھر سے کوئی اترا ہے صحیفوں کو اٹھائے
فرعون جو اٹھے ہیں تو ہامان جگے ہیں

صدیوں کے اندھیروں نے جنہیں ڈھانپ رکھا تھا
پھر سے وہی فرمودہ و فرمان جگے ہیں

اے مہدیٔ دوراں!! تیری آواز پہ قرباں
برسوں کے یہ سوئے ہوئے انسان جگے ہیں

جے ہو تیری مرزا!! تیری ہمت کو سلامی!!
دشمن کو بتایا کہ قلمدان جگے ہیں

درویش صفت ہیں، مگر ایسا بھی نہیں ہے
خاموش سمندر میں بھی طوفان جگے ہیں

پھر آنکھ نے درشن تری آمد کے کیے ہیں
ہم آنکھ کے لگنے کے بھی دوران جگے ہیں

اے ملّتِ احمد!! تیری ناموس کی خاطر
ہم سر پہ کفن باندھ کے ہر آن جگے ہیں

یارب تو فرشتوں کو حفاظت پہ لگا دے!!
عنوان بتاتے ہیں کہ طوفان جگے ہیں

اقوامِ زمانہ کو فرازؔ!! اپنا بنایا
ہم پر میرے مالک!! تیرے احسان جگے ہیں

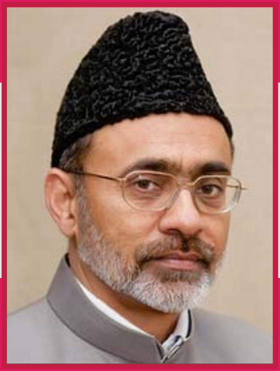

نظام جماعت کی برکات اور ہمارا فرض

مکرم مولانا نصیر احمد قمر صاحب، ایڈیشنل وکیل الاشاعت، لندن

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (سورۃ آل عمران 3 : 104)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر (کھڑے) تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ شاید تم ہدایت پا جاؤ۔

خاکسار کو اِس وقت نظام جماعت کی برکات اور ہمارا فرض کے موضوع پر کچھ عرض کرنا ہے۔

جماعت ان افراد کے مجموعہ کو کہتے ہیں جو ایک امام کی ماتحتی میں متحد ہو کر کام کرنے کا فیصلہ کر چکے ہوں اور ایک متحدہ پروگرام کے مطابق کام کر بھی رہے ہوں۔

ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب اسی کروڑ سے زائد ہے۔

لیکن کیا اِس وقت دنیا کے مسلمان کسی ایک شخص کے ماتحت ہو کر اور آپس میں مل کر کام کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں؟

یا ان کا کوئی متحدہ پروگرام ہے؟

جماعت احمدیہ مسلمہ سے باہر دوسرے مسلمان کہلانے والے فرقوں پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ وہ اتنے فرقوں اور گروہوں میں بٹ چکے ہیں اور ان کے درمیان ایسے شدید اختلاف پائے جاتے ہیں کہ ان کے باہمی اتحاد کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ اور اس عدم اِتفاق اور تفرقہ و اختلاف کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان غیروں کے رحم و کرم پر ہیں اور یوں لگتا ہے کہ ذلت و مسکنت ان کے ساتھ لازم کر دی گئی ہے۔ وہ مختلف سیاستوں میں بٹے ہوئے اور الگ الگ حکومتوں میں تقسیم ہیں۔ ان میں باہمی اتحاد کی ہر کوشش مزید افتراق پر منتج ہوتی ہے۔ ان میں سب کی آواز کو ایک جگہ جمع کرنے والی کوئی طاقت نہیں۔

جہاں تک متحدہ پروگرام کا تعلق ہے تو ان غیر احمدی مسلمانوں کا کوئی متحدہ پروگرام بھی نہیں۔ نہ سیاسی، نہ تمدنی، نہ مذہبی۔ غرض پروگرام کے لحاظ سے بھی غیر احمدی مسلمان ایک جماعت نہیں۔ وہ انسانوں کا ایک انبوہِ عظیم تو کہلا سکتا ہے لیکن انہیں ایک جماعت نہیں کہا جا سکتا۔

کہنے کو تو عالم اسلام میں وحدت پیدا کرنے کے لئے رابطہ جیسی تنظیمیں بھی موجود ہیں اور اتحاد بین المسلمین کے نام پر بھی کئی نام نہاد جماعتیں قائم ہیں۔ لیکن حقیقی وحدت عنقا ہے۔ زبانوں پر اتفاق اِتفاق ہے۔ مگر دل باہمی بغض، کینے اور نفرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى کا مضمون ان پر صادق آتا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک گروہ کا دائرہ عمل محدود ہے اور قوتِ عمل مفقود۔

آج روئے زمین پر خلافت حقہ اسلامیہ سے وابستہ صرف جماعت احمدیہ ہی وہ واحد عالمی جماعت ہے جو ایک امام اور خلیفہ وقت کے ہاتھ پر بیعت کر کے للّٰہی محبت اور حقیقی اسلامی وحدت کی لڑی میں اس طرح پروئی ہوئی ہے کہ خلیفۂ وقت اور جماعت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ اور ایک ہی وجود کے دو زاویے۔ ان کا باہمی اتحاد اور اِتصال اور تعلق بڑا گہرا، مضبوط اور مستحکم ہے۔

آج تمام عالم میں جماعت احمدیہ ہی ایک جماعت ہے جو 213 ممالک میں پھیلی ہوئی ہونے کے باوجود ایک جمعیت رکھتی ہے، ایک مرکز رکھتی ہے اور دور دور پھیلے ہوئے احمدیوں کے دل بھی آپس میں اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ گویا وہ ایک ہی وجود کے مختلف اعضاء ہیں۔ دنیا کے کسی ملک میں کسی احمدی کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور اس تکلیف کی خبر جب دنیا میں پھیلتی ہے تو ساری جماعت اس تکلیف میں شریک ہوتی اور اس کے ازالہ کے لئے اپنے امام کی ہدایت کے تابع متحرک ہو جاتی ہے۔ یہ للّٰہی الفت محبت اور ہمدردی و اخوت اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈالی ہے۔ یہ وہ دولت ہے جو زمین و آسمان کے خزانوں کے عوض بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ باہمی محبت و مودت کا یہ رشتہ جماعت کا سرمایہ بھی ہے اور جماعت کی ناقابل تسخیر طاقت بھی۔

جماعت احمدیہ کا نظام ملکی، قومی یا علاقائی حدود میں مقید نہیں۔ یہ جماعت نہ مشرقی ہے، نہ مغربی۔ بلکہ رحمت للعالمین ﷺ کے فیضان سے اور آپؐ کی دی ہوئی بشارات کے طفیل قائم ہونے والی ایک عالمی جماعت ہے۔ اس کا دائرہ کار اور دائرہ فیض تمام ملکوں اور سب قوموں اور سارے زمانوں کے لئے ہے۔

جماعت احمدیہ کا نظام ہر قسم کے قومی و نسلی تفاخر، لسانی تعصّبات اور امارت و غربت کے امتیازات سے پاک، حقیقی اسلامی مساوات پر قائم ہے۔ یہاں کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، یا کسی اسود کو احمر پر یا احمر کو اسود پر محض اپنی قومیت یا زبان یا رنگ و نسل کی بنا پر کوئی فضیلت نہیں دی جاتی بلکہ اِس نظام میں وجہِ فضیلت صرف تقویٰ ہے۔ چنانچہ اس نظام میں آپ کو ہزارہا ایسے احمدی دکھائی دیں گے جو اگرچہ دنیوی لحاظ سے کوئی غیر معمولی علم و فضل اور وجاہت یا مال و دولت اور شان و شوکت نہیں رکھتے لیکن اپنے اخلاص اور فدائیت اور دین سے محبت اور تقویٰ و صلاحیت کی وجہ سے جماعت کے اندر خدمت کے مقاماتِ محمودہ پر فائز ہیں۔

جماعت احمدیہ ایک دینی جماعت ہے۔ اِس کے نظام کا مزاج للّٰہی محبت اور باہمی تکریم کے خمیر سے گوندھا گیا ہے۔ اس میں کسی قسم کے اکراہ، جبر و تشدد اور خوف و ہراس کو کوئی دخل نہیں۔ محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں اس کا ماٹو ہے اور تعاون علی البر والتقوی اور مسابقت فی الخیرات اس کا دستور العمل۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت

احمدیہ کے نظام کی خوبی اور اِس کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’جماعت احمدیہ کا نظام ایک ایسا نظام ہے جو بچپن سے لے کر مرنے تک ہر احمدی کو ایک پیار اور محبت کی لڑی میں پرو کر رکھتا ہے۔ بچہ جب سات سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اسے ایک نظام کے ساتھ وابستہ کر دیا جاتا ہے اور وہ مجلس اطفال الاحمدیہ کا ممبر بن جاتا ہے۔ ایک بچی جب سات سال کی عمر کو پہنچتی ہے تو وہ ناصرات الاحمدیہ کی رکن بن جاتی ہے جہاں انہیں ایک ٹیم ورک کے تحت کام کرنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ پھر اِنہی میں سے سائق بنا کر اپنے عہدیدار کی اطاعت کا تصور پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر پندرہ سال کی عمر کو جب پہنچ جائیں تو بچے خدام الاحمدیہ کی تنظیم میں اور بچیاں لجنہ اماءاللہ کی تنظیم میں شامل ہو جاتی ہیں اور ایک انتظامی ڈھانچے کے تحت بچپن سے تربیت حاصل کر کے اوپر آنے والے بچے اور بچیاں ہیں جب نوجوانی کی عمر میں قدم رکھتے ہیں تو اِن نیک تنظیموں میں شامل ہونے سے جماعتی نظام اور اور طریقوں سے ان کو مزید واقفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور عمر کے ساتھ ساتھ کیونکہ اب یہ بچے اور بچیاں اس عمر کو پہنچ جاتے ہیں جس میں شعور پیدا ہو جاتا ہے اِس لئے پندرہ سال کی عمر کے بعد یہ خود بھی اپنے میں سے ہی اپنے عہدیدار منتخب کرتے ہیں اور ان کے تحت اِن کی تربیت ہو رہی ہوتی ہے اور نظام چل رہا ہوتا ہے۔...

اور پھر مرکزی ہدایات کی روشنی میں متفرق امور اور تربیتی امور خود سرانجام دے رہے ہوتے ہیں اور ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔ تو بچپن سے ہی ایسی تربیت حاصل کرنے کی وجہ سے، ایسے پروگراموں میں شمولیت کی وجہ سے ان کو ٹریننگ ہو جاتی ہے۔ اور پھر یہی بچے جب بڑے ہوتے ہیں اور جماعتی نظام میں پوری طرح سموئے جاتے ہیں تو جماعتی کاموں میں بھی زیادہ ۔۔ مفید وجود ثابت ہوتے ہیں اور اِس نظام کا ایک حصہ بنتے ہیں۔‘‘

اِسی سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ:

’’ابتدا سے ہی جماعت کے ہر بچے کے ذہن میں جماعتی نظام کا ایک تقدس اور احترام پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اسی احترام اور تقدس کے تحت وہ پروان چڑھتا ہے۔ اور چونکہ ابتدا سے ہی نظام کا تصورِ پیار و محبت اور بھائی چارے اور مل جل کر کام کرنے کی روح کے ساتھ وہ بچہ پروان چڑھ رہا ہوتا ہے اور پھر خلیفہ وقت کے ساتھ ہر موقع پر ذاتی پیار و محبت کا تعلق اِس ٹریننگ کی وجہ سے ہو رہا ہوتا ہے اور ہو جاتا ہے۔ اِس لئے ہر فردِ جماعت جب جماعت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہو اور اپنے عہدیداران کی اطاعت بخوشی کرتا ہے تو اِس لئے کرتا ہے کہ بچپن سے نظام کے بارہ میں پڑنے والی آواز اور خلیفۂ وقت سے ذاتی تعلق اور پیار کی وجہ سے مجبور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظامِ جماعت چونکہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہو چکا ہے اور خلیفۂ وقت کی براہِ راست اس پر نظر ہوتی ہے اِس لئے نئے شامل ہونے والے، نومبایعین بھی، ان احمدیوں کے علاوہ بھی جو پیدائشی احمدی ہوں، بڑی جلدی نظام میں سموئے جاتے ہیں۔‘‘

نظام جماعت کی ضرورت اور اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:

’’کیونکہ خلیفۂ وقت کے لئے تو ہر ملک میں، ہر شہر میں یا ہر محلے میں جا کر لوگوں کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا مشکل ہے، یہ نظامِ جماعت قائم ہے۔...

وہ تمام عہدیدار چاہے ذیلی تنظیموں کے عہدیدار ہوں، چاہے جماعتی عہدیدار ہوں، خلیفۂ وقت کے نمائندے کے طور پر اپنے علاقے میں متعین ہیں اور ان سے یہی امید کی جاتی ہے اور یہی تصور ہے کہ وہ خلیفۂ وقت کے نمائندے ہیں۔‘‘

اِسی طرح آپ نے فرمایا:

’’جماعت احمدیہ میں عہدیدار اسٹیجوں پر بیٹھنے یا رعونت سے پھرنے کے لئے نہیں بنائے جاتے بلکہ اس تصور سے بنائے جاتے ہیں کہ قوم کے سردار، قوم کے خادِم ہیں۔‘‘

(خطباتِ مسرور۔ جلد اول، صفحہ 514-516)

پروگرام کے لحاظ سے بھی جماعت احمدیہ مسلمہ ہی ایک متحدہ پروگرام رکھتی ہے۔ اس کا دائرہ کار تمام دنیا ہے اور دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے صرف یہی ایک جماعت ہے جو اپنے امام کے تابع اپنی تمام قوتیں صرف کرتے ہوئے نہایت درجہ منظم طور پر کامیابی و کامرانی کے ساتھ ایک مقدس جہاد کر رہی ہے۔

یہ نظامِ خلافت کی ہی برکت ہے کہ ساری دنیا کے احمدی مسلمان جو نظامِ جماعت سے وابستہ ہیں باوجود رنگوں اور نسلوں کے اختلاف کے، سبھی ایک ہی رنگ یعنی رنگِ تقویٰ سے آراستہ ہیں اور باوجود مختلف قوموں اور مختلف زبانوں کے خدا تعالیٰ کی توحید کے تابع اِس طرح مومنانہ اخوت میں پروئے گئے ہیں کہ گویا ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ ان کی سوچ کے دھارے اپنے امام کی سوچ کے تابع ایک ہی طرف بہتے ہیں۔ اور ان کے قدم ایک ہی منزل کی طرف بڑھتے ہیں جو تمام دنیا میں خدا تعالیٰ کی سچی اور خالص اور چمکتی ہوئی توحید کے قیام اور حجت اور برہان اور آسمانی روشن نشانات کے ذریعہ عالمگیر غلبہ اسلام کی منزل ہے۔

احمدیت کسی سوسائٹی کا نام نہیں جو ایک اصلاحی پروگرام کے ماتحت قائم کی گئی ہو۔ اور نہ وہ دنیا کے نظاموں میں سے ایک نظام ہے جس کا مقصد کسی خاص سکیم کا اجرا ہو۔ بلکہ یہ ایک خالص الٰہی تحریک ہے جو اسی طریق اور منہاج پر قائم کی گئی ہے جس طرح قدیم سے الٰہی سلسلے قائم ہوتے آئے ہیں۔ اور اصولی رنگ میں اس کا وہی نظام ہے جو ہر الٰہی سلسلہ کا ہوا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جب بھی بنی نوع انسان اپنے خالق و مالک کو بھلا کر ضلالت اور گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹک جاتے ہیں تو وہ زمانے کو تاریک اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اپنے کسی بندے کو منتخب کر کے، جو اس کی نظر میں سب سے زیادہ متقی اور پارسا ہوتا ہے، منصبِ نبوت پر فائز فرماتا ہے تا کہ وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے۔

ہمارا یہ ایمان ہے کہ اِس زمانہ میں جب کہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالمِ آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق سیدالاولین والآخرین، خاتم النبیین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل پیروی اور آپؐ کی مہرِ خاتمیت کے فیض سے ظلّی و بروزی طور پر امتی نبوت کے مقام کو پانے والے، آپؐ کے غلامِ صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ اور آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی وحی والہام کے تابع سلسلہ احمدیہ کی بنیاد رکھی۔

پس یہ جماعت چشمۂ نبوت سے سیراب اور ان تمام برکات سے فیضیاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی نبی کے ساتھ وابستہ فرما رکھی ہیں۔ یعنی اِس زمانہ میں ایک دفعہ پھر بڑی شان کے ساتھ محمدیؐ فیوض و برکات کا دروازہ کھولا گیا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب سلسلۂ بیعت کا آغاز فرمایا تو اس جماعت کے قیام کی غرض و غایت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’یہ سلسلۂ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین، یعنی تقویٰ

شعار لوگوں کی جماعت جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے۔ اور ان کا اِتفاق اسلام کے لئے برکت وعظمت ونتائجِ خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک اور مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل وبے مصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ اور نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں۔ اور تمام تر کوشش اِس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 561-562)

آپؑ نے فرمایا۔

''بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر وہ علوم اور معارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جن سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو۔''

(ضرورت الامام۔ روحانی خزائن، جلد 13، صفحہ 498)

چنانچہ آپؑ کی قوت قدسیہ، درمندانہ دعاؤں، اور اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید سے آخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ، کی مصداق اور آنحضرت ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی مثیل اور ان کے ہم رنگ سعید فطرت اور تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت وجود میں آئی جنہوں نے ان تمام برکات سے حصہ پایا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے وجود کے ساتھ وابستہ کی گئی تھیں۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تازہ بہ تازہ تائیدات سے نور اور یقین کو پایا۔ انہوں نے خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور قطعِ رحم وغیرہ کے صدمات بھی اٹھائے مگر ان کے ایمان متزلزل نہیں ہوئے اور ان کے پایۂ ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی۔

الٰہی جماعت کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایک واجب الاطاعت امام کے تابع ہوتی ہے۔ امام کے بغیر جماعت کا تصور ہی غلط ہے۔ جب تک نبی زندہ ہے نبی ان کا امام ہوتا ہے اور نبی کی وفات کے بعد اس کا خلیفہ ان کا امام ہوتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ کا نظام خلافت علیٰ منہاج نبوت پر استوار ہے۔ خلیفۂ وقت اِس نظام کا مستقل اور مرکزی نقطہ ہے۔ وہ اِس کا دل اور اِس کا دماغ ہے۔ اِس کا مرکز ومحور اور اِس کی روحِ رواں ہے۔

یاد رہے کہ یہ خلافت انسانوں کی بنائی ہوئی نہیں۔ بلکہ اِسے خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ النور کی آیت 56 میں مذکور اپنے وعدے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی بشارت ثُمَّ تَكُونُ الْخِلَافَةُ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ کے مطابق قائم فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح۔ باب الانذار والتحذیر) اور اس عظیم الٰہی وعدے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور پیشگوئی کا اِس جماعت کے حق میں پورا ہونا اِس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ مِن حیث الجماعت، خدا تعالیٰ کی نظر میں یہ جماعت مومنین اور اعمال صالحہ بجالانے والوں کی جماعت ہے۔ اِس لئے اگر کوئی ہمیں غیر مسلم یا کافر سمجھتا ہے تو وہ جو چاہے سمجھے لیکن خدا تعالیٰ کی اِس فعلی شہادت کا وہ کیا کرے گا کہ خلافت کا وعدہ صرف اِس جماعت کے حق میں پورا ہو رہا ہے۔ اور چونکہ خلیفہ ہمیشہ خدا ہی بناتا ہے اور وہی خلافت حقیقی معنوں میں خلافت ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو اِس لئے بعض لوگوں کا یہ خیال کہ انہیں مل جل کر متفقہ طور پر مسلمانوں کا کوئی خلیفہ منتخب کرنا چاہئے، ایک لغو اور باطل خیال ہے۔

اول تو جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے احمدیت سے باہر دوسرے مسلمانوں میں آپس میں اتنے شدید اور گہرے اختلافات ہیں کہ ناممکن ہے کہ وہ کسی ایک شخص کو امت مسلمہ کے لیڈر یا خلیفہ کے طور پر منتخب کرنے پر متفق ہو سکیں۔ آج تک کتنی ہی ایسی کوششیں ہوئیں لیکن ان کا انجام نامرادی کے سوا کچھ نہیں ہوا۔ پھر اگر وہ بفرض محال کسی کو بطور خلیفہ مقرر کر بھی لیں تو اس خلیفہ کی حیثیت کیا ہوگی؟

تشتت اور افتراق میں مبتلا انسانوں کے بنائے ہوئے خلیفہ کی حیثیت بھلا ہو کیا سکتی ہے؟

پھر اگر کوئی ایسا نام نہاد خلیفہ بن بھی جائے تو وہ الٰہی تائیدات کو اپنے حق میں کیسے حاصل کر سکے گا؟

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

''یہ اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نظامِ خلافت جماعت میں جاری فرمایا اور اس نظامِ خلافت کے گرد جماعت کا محلّہ کی سطح یا کسی چھوٹی سے چھوٹی اِکائی سے لے کر شہری اور ملکی سطح تک کا نظام گھومتا ہے۔ یعنی کسی چھوٹی سے چھوٹی جماعت کے صدر سے لے کر ملکی امیر تک کا بلاواسطہ یا بالواسطہ خلیفہ وقت سے رابطہ ہوتا ہے۔ پھر ہر گھر انفرادی طور پر بھی رابطہ کر سکتا ہے۔ ہر فردِ جماعت خلیفۂ وقت سے رابطہ رکھتا ہے۔''

(خطبات مسرور۔ جلد دوم، صفحہ 942)

یہ خلافتِ حقہ وہ عظیم الشان اور بابرکت، پاک اور مقدس، روحانی سیادت وامامت ہے جسے آسمانی تائیدات حاصل ہیں اور جس کی برکت سے ہم اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرتوں کے تازہ بہ تازہ نشانات کو دیکھتے اور ان سے اپنے ایمانوں میں تقویت حاصل کرتے ہیں۔

یہ وہ خلافتِ حقہ ہے جس سے سچی اور پر خلوص وابستگی اور کامل اطاعت کی برکت سے دلوں کا تزکیہ ہوتا ہے اور ہم قرآن مجید کے پر معارف حقائق و دقائق اور اس کی لازوال حکمتوں سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''انسان اکیلی نماز زیادہ پڑھتا ہے۔ جماعت کے ساتھ نماز گو چھوٹی اور مختصر ہی ہو مگر اس میں ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ امام کے ماتحت اعمال میں کس قدر زیادتی ہوتی ہے۔ پس یہ ایک عظیم الشان نعمت ہے جو خدا نے ہم کو دی ہے۔''

(خطباتِ نورؓ۔ صفحہ 12)

چنانچہ یہ نظامِ خلافت کے تابع قائم نظامِ جماعت سے وابستگی کی ہی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ شعار، مخلص اور وفادار، اطاعت گزار احمدیوں کے اموال ونفوس میں، ان کے علم وعمل میں، ان کی عزت ووقار میں غیر معمولی برکت رکھ دیتا ہے اور خدمتِ اسلام اور خدمتِ بنی نوع انسان کے لئے کی گئی ان کی معمولی مساعی کے غیر معمولی نتائج اور ثمرات عطا فرماتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس سلسلہ کے قیام سے وابستہ جو خواہش تھی کہ اس کے افراد ایسے ہوں جو اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں۔ اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام

برکات دنیا میں پھیلیں اور محبتِ الٰہی اور ہمدردی بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔

ہمارا مشاہدہ اور روزمرہ کا تجربہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی یہ مبارک خواہش خلافتِ حقہ اسلامیہ احمدیہ کے تابع قائم نظامِ جماعت کے ذریعہ بڑی عظمت اور شان سے پوری ہو رہی ہے۔

تمکنتِ دینِ اسلام اور خدمت انسانیت کے ان کاموں کی تفصیل تو بہت طویل اور سو سال سے زائد عرصہ پر محیط ہے۔

اِس وقت نہایت اختصار کے ساتھ صرف چند امور کا ذکر کرتا ہوں۔ آج مِنصہ عالم پر مسلم جماعت احمدیہ عالمگیر ہی وہ واحد جماعت ہے جسے تن تنہا دنیا کی 76 زبانوں میں مکمل قرآن مجید کے تراجم کی اشاعت کی توفیق اور سعادت حاصل ہے اور یہ سلسلہ بتدریج آگے بڑھ رہا ہے۔

☆ خدا تعالیٰ کی سچی توحید اور حقیقی عبادت کے قیام کے لئے مساعی کے تحت ہزارہا مساجد تعمیر کی جا چکی ہیں اور ہر سال ان میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

☆ قرآنی حقائق ومعارف پر مشتمل تفاسیر، احادیث نبویہ اور مختلف اسلامی موضوعات پر مشتمل نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا لٹریچر دنیا کی کم وبیش 125 زبانوں میں طبع ہو چکا ہے اور مزید زبانوں میں تراجم کا سلسلہ جاری ہے۔

☆ مختلف زبانوں میں شائع ہونے والے جماعتی اخبارات و رسائل کے علاوہ، جماعتی ویب سائٹس، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے مختلف ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے، اور اسی طرح مختلف نمائشیں اور بک فیئرز میں شامل ہو کر، اور بک سٹالز لگا کر، اور انفرادی طور پر ذاتی رابطوں کے ذریعہ اور بہت سے مقامات پر گھر گھر جا کر داعیانِ الی اللہ کے ذریعہ اسلام کا پیغام بڑے وسیع پیمانے پر پہنچایا جا رہا ہے۔

☆ اسی غرض سے مبلغین ومعلمین اور واعظین و مربیان کی تیاری کے لئے جامعات کا ایک مربوط عالمی نظام قائم ہے۔

☆ پھر کئی ممالک میں جماعت کے قائم کردہ ریڈیو اسٹیشنز کے علاوہ، ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے آٹھ چینلز کے ذریعہ روزانہ 24 گھنٹے، دنیا کے تمام براعظموں میں، مختلف زبانوں میں، اسلام کی تبلیغ کا کام جاری ہے۔

الغرض اسلام احمدیت کا تعارف غیر معمولی طور پر دنیا کے ہر طبقے میں، ہر سطح پر ہو رہا ہے اور صرف عوام الناس ہی نہیں بلکہ دنیا کی حکومتوں کے سرکردہ لوگوں اور ایوانوں میں بھی یہ پیغام نہایت ہی مؤثر رنگ میں پہنچ رہا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے قبولیت بھی حاصل ہو رہی ہے اور ہر سال لاکھوں افراد حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا:

''یہ خلافت کی ہی برکت ہے کہ تبلیغ اسلام کا وہ کام جو اِس وقت دنیا میں کوئی اور جماعت نہیں کر رہی، صرف جماعت احمدیہ کر رہی ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 اکتوبر 1956ء)

آپؓ نے فرمایا:

''تم دیکھ لو ہماری جماعت کتنی غریب ہے لیکن خلافت کی وجہ سے اِسے بڑی حیثیت حاصل ہے اور اس نے وہ کام کیا ہے جو دنیا کے دوسرے مسلمان نہیں کر سکے۔

مصر کا ایک اخبار الفتح ہے جو سلسلہ کا شدید مخالف ہے۔ اس میں ایک دفعہ کسی نے مضمون لکھا کہ گزشتہ تیرہ سو سال میں مسلمانوں میں بڑے بڑے بادشاہ گزرے ہیں مگر انہوں نے اسلام کی وہ خدمت نہیں کی جو اِس غریب جماعت نے کی ہے۔

آپؓ نے فرمایا:

یہ صرف خلافت کی ہی برکت تھی جس نے احمدیوں کو ایک نظام میں پرو دیا اور اس کے نتیجہ میں انہیں طاقت حاصل ہو گئی۔''

(سبیل الرشاد۔ جلد اول، صفحہ 116 - 117)

اسی طرح خلافت احمدیہ کے زیر ہدایت ونگرانی ہمدردی بنی نوع انسان اور خدمتِ خلق کے متعدد منصوبے اور تحریکات جماعت میں جاری ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ مورخہ 12 ستمبر 2003ء میں فرمایا:

''یہ جماعت احمدیہ کا ہی خاصہ ہے کہ جس حد تک توفیق ہے خدمتِ خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے اور جو وسائل میسر ہیں ان کے اندر رہ کر جتنی خدمتِ خلق اور خدمتِ انسانیت ہو سکتی ہے، کرتے ہیں۔ انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی احباب جماعت کو جس حد تک توفیق ہے بھوک مٹانے کے لئے، غریبوں کے علاج کے لئے، تعلیمی امداد کے لئے، غریبوں کی شادیوں کے لئے، جماعتی نظام کے تحت مد میں شامل ہو کر بھی عہد بیعت کو نبھاتے ہیں اور نبھانا چاہئے بھی۔''

(خطبات مسرور، جلد اول، صفحہ 318)

چنانچہ متعدد غریب اور پسماندہ ممالک میں بیسیوں تعلیمی وطبی ادارے، اسپتال اور کلینکس اور ہومیو پیتھک ڈسپنسریز قائم ہیں۔

یتامیٰ کی خبرگیری کے لئے دارالاکرام جیسے ادارے موجود ہیں۔

مختلف قدرتی آفات، زلازل، سیلاب، قحط اور وباؤں کے موقع پر، یا جنگوں یا دیگر حوادث کے نتیجہ میں متاثرین کی امداد کے لئے ہمیشہ نظامِ جماعت خدمتِ انسانیت میں پیش پیش ہوتا ہے۔

خدمتِ خلق کے لئے جماعت کی قائم کردہ تنظیم Humanity First یو این او کے کئی اداروں کے علاوہ دنیا کے 60 ممالک میں رجسٹرڈ ہو چکی ہے اور اس کے تحت بھی سکولوں اور اسپتالوں کی تعمیر، میڈیکل کیمپس کے قیام، مستحق طلبا کے لئے تعلیمی وظائف، اسی طرح مختلف ہنر سکھانے کے ادارے اور

Water for Life , Feed a Village, Orphan Care, Food Banks, Gift of Sight, Disaster relief

وغیرہ متعدد پراجیکٹس جاری ہیں۔

اسی طرح احمدی آرکیٹیکٹس اور انجینیرز کی ایسوسی ایشن اور جماعت کی ذیلی تنظیموں کے تحت بھی خلیفہ وقت کی زیر ہدایت خدمتِ خلق اور خدمتِ انسانیت کے بہت سے کام ہو رہے ہیں جن سے ہر سال لاکھوں افراد مستفید ہوتے ہیں۔

اگرچہ جماعت احمدیہ کے اکثر افراد دنیاوی اور مادی وسائل کے لحاظ سے بہت معمولی حیثیت رکھتے ہیں اور جماعت کے پاس نہ تو تیل کی دولت ہے اور نہ دوسرے معدنی ذخائر اسے حاصل ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو ایسی سیادت عطا فرمائی ہے جو اس مالک الملک سے موید ومنصور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اِس جماعت کے امام کو ایسے متبعین عطا فرمائے ہیں جو سچے دلوں اور اخلاص و ایثار کی دولت سے مالا مال ہیں۔ چنانچہ اشاعتِ اسلام اور خدمت بنی نوع انسان کے لئے خلیفۂ وقت کی طرف سے جو بھی منصوبے اور پروگرام جماعت کے سامنے رکھے جاتے ہیں افرادِ جماعت ان پر والہانہ لبیک کہتے ہیں۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے جان، مال، وقت اور عزت کی قربانیاں پیش کرتے ہوئے اور ان نہایت روشن اور درخشندہ قربانیوں کی زریں داستانیں رقم کرتے ہوئے قربِ الٰہی کی منازل طے کرتے چلے جاتے ہیں۔

احمدیت سے باہر دیگر مسلمانوں میں مروج تراجم قرآن کریم اور تفاسیر اور احادیث کی تشریحات میں کئی ایسی باتیں ملتی ہیں جو قرآنی تعلیمات کے منافی اور اس سے متصادم ہیں اور ان میں ایسے

اعتقادات اپنائے گئے ہیں جو قرآن مجید کے محکمات کے خلاف ہیں۔مثلاً بعض لوگ قرآن مجید میں نسخ کے قائل ہیں۔بعض حدیث کو قرآن پر قاضی قرار دیتے ہیں۔ان کی کتب میں اللہ تعالیٰ کی ہستی، ملائک اللہ، انبیائے کرام علیہم السلام، جن وشیطان، تقدیر، بعث بعد الموت، نعمائے جنت وغیرہ امور سے متعلق ایسی باتیں درج ہیں جو بہت ہی مضحکہ خیز، توہین آمیز اور عقل، تاریخ، مشاہدہ اور حقائق ثابتہ کے صریح مخالف ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نظامِ خلافت اور نظام جماعت سے وابستگی کی برکت ہے کہ ہمیں قرآن وحدیث میں مذکور احکامات و تعلیمات کا صحیح فہم و ادراک حاصل ہوتا ہے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے خلفائے کرام کی بیان فرمودہ تفاسیر قرآن اور احادیث نبویہ کی تشریحات، حق وحکمت سے پُر، نہایت درجہ بصیرت افروز، اطمینان بخش، قلوب واذہان کو نورِ معرفت سے روشن کرنے والی اور قرآن و حدیث کی عظمت کو ظاہر کرنے والی ہیں۔

پھر یہ نظام جماعت کی ہی برکت ہے کہ غیر احمدی مسلمانوں میں تعویذ گنڈوں، پیر پرستی، قبروں پر سجدے کرنے، پیدائش اور وفات، خوشی وغمی اور شادی بیاہ وغیرہ مواقع پر رائج بہت سی بدعات اور فضول اور بیہودہ رسومات سے ہم محفوظ ہیں۔اور جماعت احمدیہ مسلمہ میں خلافت کے تابع ایک ایسا نظام قائم ہے جو مسلسل اس بات کی نگرانی اور رہنمائی کرتا ہے کہ کوئی احمدی ان لغویات میں نہ پڑے اور اس کا قدم صراطِ مستقیم سے دور نہ ہو بلکہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہمیشہ توحید خالص پر قائم رہتے ہوئے ایک سچا اور حقیقی مسلمان بنے۔

احمدیت سے باہر دوسرے مسلمان بہت سے فروعی معاملات مثلاً نماز میں رفع یدین، آمین بالجہر، سینے پر ہاتھ باندھنے، شلوار یا تہبند وغیرہ کے ٹخنوں سے اوپر ہونے وغیرہ امور کے بارہ میں اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کی تکفیر بازی اور مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں۔

شاید بعض لوگوں کی نظر میں بظاہر یہ باتیں معمولی دکھائی دیتی ہوں لیکن اگر آپ ایک گہری نظر اِن غیر احمدی مسلمانوں کی زندگیوں پر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں پھیلے ہوئے بہت سے غلط اور فاسد اعتقادات، بدرسومات و بدعات، اور فاسقانہ حالتوں اور توہمات نے جہاں دینِ اسلام کا حلیہ بگاڑ دیا ہے، وہاں اِن باتوں نے ان کی زندگیوں کو عملاً جہنم بنا رکھا ہے۔ان کی اِس حالت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد آتا ہے جس میں آپؐ نے اپنی امت کے تہتر فرقوں میں تقسیم ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَة ۔یعنی اس (ایک کے سوا) جو جماعت ہوگی (باقی) سب آگ میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے موعود امام مہدی حکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی جماعت اور نظامِ خلافت سے وابستگی کی برکت سے ہم ایسے تمام فتنوں اور شوروشر سے محفوظ و مصئون ہیں۔اور ہر مسئلے کے حل کے لئے اور اللہ و رسول کے احکامات کی حقیقی روح کو سمجھنے کے لئے مسلسل ہمیں ایک رہنمائی میسر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ مورخہ 9 جون 2006ء میں فرمایا:

’’آج ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے اور ہم اس نظام میں پروئے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بھی توجہ دلاتا رہتا ہے اور ہم دوسرے مسلمان فرقوں کی طرح بکھرے ہوئے نہیں بلکہ خلافت کی برکت کی وجہ سے ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔‘‘

(خطباتِ مسرور۔جلد 4،صفحہ 279-280)

پس نظام جماعت کی ایک بہت بڑی برکت یہ ہے کہ ہم ایک والی رکھتے ہیں۔ہمارا ایک امام ہے جو خدا داد تقویٰ اور بصیرت اور نورِ فراست سے افراد جماعت پر گہری نظر رکھتا ہے۔ ہمارے امام افراد جماعت کو ہر قسم کی معاشرتی و اخلاقی کمزوریوں اور سماجی برائیوں سے بچاؤ اور دنیا میں پھیلے ہوئے مختلف امراض جسمانی و روحانی سے حفاظت اور ہر قسم کی آفات و مصائب سے بچانے اور اصلاح نفوس کے لئے نہ صرف بار بار توجہ دلاتے اور اس غرض کے لئے قرآن و سنت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تعلیمات کی روشنی میں تفصیل سے رہنمائی عطا فرماتے ہیں بلکہ افرادِ جماعت کو جادۂ مستقیم پر قائم رکھنے کے لئے بارگاہ احدیت میں اپنی متضرعانہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ نظام جماعت میں قائم متفرق شعبہ جات کو متحرک کرتے اور عملی اقدامات بھی فرماتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک موقع پر فرمایا:

’’ہم جانتے ہیں کہ احمدیت کی خوبصورتی تو نظام جماعت اور نظام خلافت کی لڑی میں پرویا جانا ہے اور یہی ہماری اعتقادی طاقت بھی ہے اور عملی طاقت بھی ہے۔اس لئے ہمیشہ خلفائے وقت کی طرف سے کمزوریوں کی نشاندہی کر کے جماعت کو توجہ دلائی جاتی رہتی ہے تا کہ اس سے پہلے کہ کوئی احمدی اتنا دور نکل جائے کہ واپسی کا راستہ ملنا مشکل ہو، استغفار کرتے ہوئے اپنی عملی کمزوریوں پر نظر رکھے اور کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر کیا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 دسمبر 2013ء)

چنانچہ احمدیت کی عالمی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی خلیفہ وقت کی طرف سے کسی بارہ میں توجہ دلائی جاتی ہے تو فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (سورۃ الذاریات 56:51) کے مصداق، مومنینِ خلافت کی طرف سے اپنی حالتوں کو سنوارنے اور کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے ایک مقدس جہاد شروع ہو جاتا ہے اور خلیفہ وقت کی دعا اور توجہ اور بابرکت تعلیمی و تربیتی پروگراموں اور دردمندانہ نصائح اور ہمدردی اور پاکیزہ صحبت کے نتیجہ میں افرادِ جماعت کے دلوں میں تقویٰ کا بیج تیزی سے نشوونما پاتا ہے۔اور جماعت اپنے کریمانہ اخلاق، اپنی عبادات اور جذبۂ اطاعت اور خدمتِ خلق اور ہمدردیٔ بنی نوع انسان اور اخلاص وایثار اور انفاق فی سبیل اللہ جیسے اوصافِ حسنہ میں نئی بلندیوں کو سر کرتی ہے اور اسے دوسروں کے مقابل پر ایک نمایاں امتیاز اور روشن فرقان عطا ہوتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے ایک موقع پر فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر یہ بھی فضل اور احسان ہے کہ جب خلیفۂ وقت کی کسی مضمون کی طرف توجہ ہوتی ہے تو وہ اگر اصلاحی پہلو ہے تو جماعت کا بڑا حصہ اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 7 فروری 2014ء)

بلاشبہ اس زمانہ میں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی عظیم نعمت اور برکت ہے جو صرف احمدیت سے خاص ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ کا جماعت پر یہ بھی احسان ہے کہ جماعت کی برکت سے، ایک نظام کی برکت سے ہمیں جماعتی اور ذیلی تنظیموں کا نظام میسر ہے۔تربیتی کلاسیں ہیں۔اجتماع ہیں، جلسے وغیرہ ہوتے ہیں جہاں بچوں کی تربیت کا انتظام بھی ہے۔لیکن یہاں بھی وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو بچوں کو اجلاسوں وغیرہ میں بھیجیں اور جن کا نظام کے ساتھ مکمل تعاون ہو اور جو اپنے بچوں کو نظام کے

ساتھ، مسجد کے ساتھ، مشن کے ساتھ مکمل طور پر جوڑ کے رکھتے ہیں۔ ...

اس لئے غلط ماحول سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ بچوں کو جماعتی نظام کے ماحول سے باندھ کر رکھیں۔''

(الازھار لذوات الخمار۔ جلد سوم، حصہ اول، صفحہ10)

نظام خلافت کی ایک عظیم برکت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرر کردہ خلیفہ پر اپنی مشیت کو ظاہر فرماتا ہے اور اس کے مطابق وہ قدم قدم پر جماعت کی رہنمائی کرتے ہیں۔

جماعت کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب بھی جماعت کے خلاف کوئی یورش بپا کی گئی۔ خواہ وہ فتنہ انکارِ خلافت کی صورت میں ہو یا 1934ء میں احرار کی طرف سے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے ارادوں سے حملہ آور ہونے یا 1953ء میں پاکستان میں احمدیوں کے خلاف فسادات کی آگ بھڑکانے یا 1974ء میں قومی اسمبلی کے فیصلے کی آڑ میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے یا 1984ء میں احمدیوں کے بنیادی انسانی و مذہبی حقوق کو سلب کرنے اور احمدیت کو (نعوذ باللہ) ایک کینسر قرار دے کر جڑ سے اکھاڑ ڈالنے کی تعلی پر مشتمل ایک فوجی آمر کی طرف سے نہایت ظالمانہ آرڈیننس کا اجرا، یا 2010ء میں لاہور (پاکستان) میں جمعہ کے روز ایک ہی دن میں دو احمدیہ مساجد پر حملہ کر کے 100 کے قریب افراد کی شہادت اور بیسیوں افراد کو زخمی کرنے کی دہشت گردانہ کارروائی، ہمیشہ ہر موقع پر خلیفۂ وقت کی بروقت رہنمائی اور آسمانی روشنی سے منور فیصلوں کے نتیجہ میں جماعت بڑی کامیابی سے ان تمام امتحانوں سے اور مخالفت اور ظلم و ستم کے شدید طوفانوں سے، ہر قسم کی قربانیاں بڑی بشاشت سے دیتے ہوئے، اور اپنے مولیٰ کی رضا پر راضی، ہنستے مسکراتے، نہایت کامیابی سے سرخرو ہو کر نکلی اور اس کا قدم ہمیشہ آگے ہی بڑھتا رہا۔ اور ہمارا مخالف اپنی ناکامیوں اور نامرادیوں پر سٹپٹا کر اور ذلت کا نشان بن کر رہ گیا۔ اور دنیا نے دیکھا کہ:

ہمارے گھر میں اس نے بھر دیا نور
ہر اک ظلمت کو ہم سے کر دیا دور
ملایا خاک میں سب دشمنوں کو
کِیا ہر مرحلے میں ہم کو منصور
حقیقت کھول دی ان پر ہماری
مگر تاریکی دل سے ہیں مجبور
ہماری فتح و نصرت دیکھ کر وہ
غم و رنج و مصیبت سے ہوئے چور
ہماری رات بھی ہے نور افشاں
ہماری صبح خوش ہے، شام مسرور
خدا نے ہم کو وہ جلوہ دکھایا
جو موسیٰ کو دکھایا تھا سرِ طور
ملے ہم کو وہ استاد و خلیفہ
کہ سارے کہہ اٹھے نور علیٰ نور
خدا نے ہم کو دی ہے کامرانی
فسبحان الذی اوفی الامانی

(کلام محمودؓ)

الغرض یہ اور اس کے علاوہ اور کئی قسم کی بے انتہا برکتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت علیٰ منہاج نبوت پر قائم نظامِ جماعت سے وابستہ افراد کو حاصل ہیں اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے کروڑوں احمدی اس پر گواہ اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمیٰ پر اس کے شکرگزار ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''نظام کی کامیابی کا اور ترقی کا انحصار اس نظام سے منسلک لوگوں اور اس نظام کے قواعد وضوابط کی مکمل پابندی کرنے پر ہوتا ہے۔''

آپ نے اِس سلسلہ میں مزید فرمایا:

''یاد رکھیں کہ دینی و روحانی نظام چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسولوں کے ذریعہ اس دنیا میں قائم ہوتے ہیں۔ اس لئے بہر حال انہی اصولوں کے مطابق چلنا ہوگا جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے احمدیوں پر کہ نہ صرف ہادیٔ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہونے کی توفیق ملی بلکہ اِس زمانے میں مسیح موعود اور مہدی کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق بھی اس نے عطا فرمائی جس میں ایک نظام قائم ہے، ایک نظامِ خلافت قائم ہے۔ ایک مضبوط کڑا آپ کے ہاتھ میں ہے جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ یہ کڑا تو ٹوٹنے والا نہیں۔ لیکن اگر آپ نے اپنے ہاتھ اگر ذرا ڈھیلے کئے تو آپ کے ٹوٹنے کے امکان پیدا ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس سے بچائے۔

اس لئے اِس حکم کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور نظامِ جماعت سے ہمیشہ چمٹے رہو کیونکہ اب اس کے بغیر آپ کی بقا نہیں۔''

(خطباتِ مسرور۔ جلد اول، صفحہ 256-257)

پس جہاں تک ہمارے فرض کا تعلق ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم ارشادِ ربانی وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ص وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (سورۃ آل عمران 3:104) کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ اور ہم سب مل کر اس حبل اللہ کو، جو اس نے خلافت کی صورت میں ہمیں عطا فرمائی ہے، دونوں ہاتھوں سے، مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ یعنی اعتقادی پہلو سے بھی خلیفۂ وقت سے کلّی موافقت ہو اور عملی طور پر بھی ہم اطاعتِ نظام اور اطاعتِ امام کے معیاروں کو بڑھاتے چلے جائیں۔ اور ہر قسم کے تفرقہ و انتشار سے بچتے ہوئے اس وحدت کی حفاظت کریں جو اعتصام بحبل اللہ کے نتیجے میں ہمیں حاصل ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم خلیفہ وقت کے زندگی بخش خطبات و خطابات، آپ کے انفرادی و اجتماعی ملاقاتوں میں فرمودہ کلماتِ طیبات، مختلف خطوط و مکتوبات، پیغامات، مجالس عرفان اور مجالسِ سوال و جواب میں بیان فرمودہ ارشادات وہدایات سے علمی و عملی اور مادی و روحانی طور پر فیضیاب ہوتے ہوئے اپنی دنیا و عاقبت کو سنوارتے چلے جائیں۔

اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ کی اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے اِس کی برکات کے ذکر سے بھی اپنی زبانوں کو تر اور اپنے ماحول کو ہمیشہ معطر رکھیں تا کہ اِس نعمت کی شکرگزاری کے نتیجہ میں ہم اور ہماری نسلیں قیامت تک اللہ تعالیٰ کے مزید فضلوں اور برکتوں کو حاصل کرتے چلے جائیں۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مومنوں کی دو قسم کی زندگی

''مومنوں کو دو قسم کی زندگی بسر کرنے کا حکم ہے۔ سِرًّا و علانیۃً بعض نیکیاں ایسی ہیں کہ وہ علانیہ کی جاویں اور اس سے یہ غرض ہے کہ تا اس کی وجہ سے دوسروں کو بھی تحریک ہو اور وہ بھی کریں۔ جماعتِ نماز اعلانیہ ہی ہے اور اس سے غرض یہی ہے کہ تا دوسروں کو تحریک ہو اور وہ بھی پڑھیں۔ اور سِرًّا اس لیے کہ یہ مخلصین کی نشانی ہے جیسے تہجد کی نماز ہے۔ یہاں تک بھی سِرًّا نیکی کرنے والے ہوتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے خیرات کرے اور دوسرے کو علم نہ ہو۔''

(ملفوظات۔ جلد ہشتم، صفحہ 388۔389)

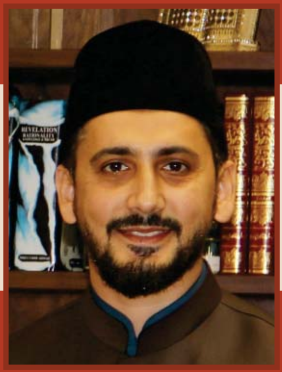

اعجاز القرآن

مکرم مقصود احمد منصور صاحب مبلغ سلسلہ گیانا

اللہ تعالیٰ ہر ایک نبی کو معجزات عطا فرماتا ہے۔ یہ معجزات نبی کے مخالفین کے لئے حجت اور ایمان لانے والوں کے لئے باعثِ تقویتِ ایمان ثابت ہوتے ہیں۔ بعض معجزات وقت کی مناسبت سے وقتی ہوتے ہیں اور صرف نبی کے دور کے لوگ ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانا یا حضرت موسی علیہ السلام کا سمندر سے گزر جانا۔ مگر بعض معجزات نبی کے گزر جانے کے بعد کے زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس نبی کے ماننے والوں کے ایمان کو مضبوط کرتے ہیں اور مخالفین کے لئے حجت بن جاتے ہیں۔ اور یہ پیشگوئیوں کے معجزے ہوتے ہیں۔ جو سب سے بڑھ کر آنحضور ﷺ کو قرآن مجید کی صورت میں عطا ہوئے ہیں۔

اس کی تفصیلی بحث سے قبل دیکھتے ہیں کہ معجزہ کی تعریف کیا ہے؟ اس کی کتنی اقسام ہوتی ہیں اور اس کی ضرورت کیا ہے؟

معجزے کی تعریف

عربی زبان میں لفظ معجزہ کا مادہ ع ج ز ہے۔ اس مادہ کے معنی المنجد کی رو سے مندرجہ ذیل ہیں۔

قادر نہ ہونا۔ طاقت نہ رکھنا۔ عاجز ہونا۔

المعجز۔ خارق عادت جس کو اللہ تعالیٰ کسی سے ظاہر کردے اور دوسرے اس سے عاجز ہوں۔ (المنجد۔ صفحہ 540)

اس مادہ کے معنی مفرادات امام راغبؒ کی رو سے مندرجہ ذیل ہیں۔

عجز کے اصلی معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانا یا اس کے ایسے وقت میں حاصل ہونا کے ہیں جب کہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ جیسا کہ لفظ الدبر کسی کام کے کرنے سے قاصر رہ جانے پر بولا جاتا ہے اور یہ القدر کی ضد ہے۔

(المفرادات امام راغب۔ جلد دوم۔ صفحہ 108۔ زیر لفظ ع ج ز)

ان دو لغات کو دیکھنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معجزہ کی تعریف کو دیکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں۔

’’معجزہ ایسے امرِ خارق عادت کو کہتے ہیں کہ فریقِ مخالف اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز آجائے خواہ وہ امر بظاہر نظر انسانی طاقتوں کے اندر ہی معلوم ہو۔ جیسا کہ قرآن شریف کا معجزہ جو ملک عرب کے تمام باشندوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا پس وہ اگرچہ بنظر سرسری انسانی طاقتوں کے اندر معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی نظیر پیش کرنے سے عرب کے تمام باشندے عاجز آگئے۔...

اصلی اور بھاری مقصد معجزہ سے حق اور باطل یا صادق اور کاذب میں ایک امتیاز دکھلانا ہے۔ اور ایسے امتیازی امر کا نام معجزہ یا دوسرے لفظوں میں نشان ہے۔ نشان ایک ایسا ضروری امر ہے کہ اس کے بغیر خدائے تعالیٰ کے وجود پر بھی پورا یقین کرنا ممکن نہیں اور نہ وہ ثمرہ حاصل ہونا ممکن ہے کہ جو پورے یقین سے حاصل ہوسکتا ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ، جلد پنجم۔ روحانی خزائن، جلد 21، صفحہ 59-60)

ایک اور جگہ حضورؑ فرماتے ہیں کہ:

’’معجزہ سے مراد فرقان ہے جو حق اور باطل میں تمیز کر کے دکھا دے اور خدا کی ہستی پر شاہدِ ناطق ہو۔‘‘

(ملفوظات۔ جلد چہارم، صفحہ 236، جدید ایڈیشن)

پس ان حوالہ جات کی روشنی میں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ اپنے انبیائے کرام کو دنیا میں حق کی تعلیم پھیلانے کے لئے بھیجتا ہے تو اس کی ہر طرح سے مدد اور نصرت بھی کرتا ہے۔ اگرچہ نبی اور اس کی جماعت پہلے ہی دنیاوی لحاظ سے کمزور ہوتی ہے اور حق کی آواز اٹھانے پر ان کی مخالفت بھی بہت ہوتی ہے۔ مخالفین ہمیشہ بہت مضبوط اور طاقتور ہوتے ہیں۔ جب ان مخالفین کے بالمقابل خدائی نصرت اور مدد نبی اور اس کی جماعت کے لئے آتی ہے جو دنیاوی لحاظ سے کمزور ہوتی ہے تو یہ خدائی نصرت مخالفوں کو عاجز کر دیتی ہے اور دشمن ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

معجزہ کی ضرورت

مذاہب میں معجزات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ معجزات سے خدا تعالیٰ کی ہستی اور نبی کی سچائی پر ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح مومنین کے ایمان مضبوط ہوتے ہیں اور روحانیت زندہ ہوتی ہے۔ اس وجہ سے مومنین کی جماعت کو معجزات کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے۔ تاکہ ان کے ایمان وایقان میں ترقی ہوتی رہے۔ اور بحیثیت جماعت وہ ایک زندہ جماعت بن جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مذہب کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’یہ تو ظاہر ہے کہ مذہب کی اصلی سچائی خدائے تعالیٰ کی ہستی کی شناخت سے وابستہ ہے۔ سچے مذہب کے ضروری اور اہم لوازم میں سے یہ امر ہے کہ اس میں ایسے نشان پائے جائیں جو خدائے تعالیٰ کی ہستی پر قطعی اور یقینی دلالت کریں اور وہ مذہب اپنے اندر ایسی زبردست طاقت رکھتا ہو جو اپنے پیرو کا خدائے تعالیٰ کے ہاتھ سے ہاتھ ملا دے۔‘‘

(براہین احمدیہ، جلد پنجم، روحانی خزائن، جلد 21 ، صفحہ 60)

اسی طرح معجزات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’یہ مجھ پر الزام لگایا گیا ہے کہ میں معجزات سے منکر ہوں حالانکہ میرا ایمان ہے کہ بغیر معجزات کے زندہ ایمان ہی نصیب نہیں ہوسکتا۔‘‘ (ملفوظات۔ جلد پنجم، صفحہ 666)

دین کے قیام کے لئے معجزات کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

’’جس دین میں زندہ معجزات نہیں وہ دین قائم رہ سکتا ہی نہیں۔‘‘ (ملفوظات۔ جلد پنجم، صفحہ 666، حاشیہ)

پس دین کے قائم ہونے اور افرادِ جماعت کے ایمان کو قائم کرنے کے لیے معجزات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہی ایک خاص بات ہے جس کے ذریعہ انبیائے کرام اور ان کی سچی جماعت کی پہچان ہوتی ہے۔

معجزات کی اقسام

معجزات کی دو بڑی اقسام ہیں۔معجزے کی ایک قسم صرف نبی کے زمانے میں ظاہر ہوتی ہے جو ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتی اور صرف اس وقت اور اس واقعہ سے منسلک ہوتی ہے۔ جب کہ معجزے کی دوسری قسم ہمیشہ کے لئے ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام معجزات کی اقسام کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

’’معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کہ موسیٰ کے سوٹے کی طرح فوراً دکھا دیئے جاتے ہیں۔دوسرے علمی رنگ کے معجزات اور غیب پر مشتمل پیشگوئیاں۔اول الذکر معجزات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان سے دشمنوں کے منہ بند ہو جاتے ہیں مگر دیرپا اور ہمیشہ کے واسطے نہیں ہوتے بلکہ وہ وقتی ضرورت کے مناسبِ حال ہوتے ہیں پیچھے آنے والی قوموں کے واسطے وہ کوئی حجت اور دلیل نہیں ہوتے کیونکہ ان میں تدبر وفکر کا انسان کو موقع نہیں ملتا۔مگر موخر الذکر معجزات ایسے علمی رنگ میں ہوتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کے واسطے اور دیرپا ہوتے ہیں۔انسان جوں جوں ان میں غور وخوض کرتا ہے توں توں ان کی شوکت اور عظمت بھی بڑھتی جاتی ہے اور جوں جوں بعدِ زمانی ہوتا جاتا ہے۔ان کی ضیاء اور شوکت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ان کی عظمت میں فرق نہیں آتا۔ چنانچہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے معجزات اس قسم ثانی کے ہیں۔دیکھ لو۔تیرہ سو برس گزر چکے ہیں۔زمانہ ترقی کے لحاظ سے معراج پر پہنچ گیا ہے۔ نئے نئے علوم اور طبعیات نکلے مگر آنحضرت ﷺ کی تعلیم کا کوئی نقص کوئی ثابت نہ کرسکا اور نہ ہی آپؐ کے معجزات کی قدر وعظمت میں فرق آیا بلکہ روز افزوں ان کی عظمت اور شوکت بڑھتی ہی جاتی ہے اور جوں جوں نئے نئے علوم نکلتے ہیں، سائنس اور فلسفہ ترقی کرتا جاتا ہے توں توں آپؐ کی تعلیم کی عظمت اور آپؐ کے معجزات کی شوکت زیادہ ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات۔جلد5،صفحہ467تا468، ایڈیشن 1988ء)

حضور ﷺ نے معجزات کی یہ دونوں اقسام دنیا کو دکھائیں۔اس طرح نہ صرف اپنی زندگی کے مخالفوں کے لئے حجت بنے بلکہ رہتی دنیا کے مخالفوں کے لئے آپؐ حجت ہیں۔ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم کی ایک اور خصوصیت بیان فرماتے ہیں کہ:

’’توریت اور قرآن میں یہ بھی ایک فرقِ عظیم ہے کہ قرآن جسمانی اور روحانی خوارق ہر قسم کے اپنے اندر رکھتا ہے۔مثلاً شق القمر کا معجزہ جسمانی معجزات کی قسم سے ہے۔‘‘

(ملفوظات۔جلداول،صفحہ56،ایڈیشن 1988ء)

معجزات کی اقسام میں بڑا اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ علمی اور پیشگوئیوں والا معجزہ ہے جو قرآن کریم کی صورت میں ملا ہے۔قرآن کی معجزانہ تعلیم ہمیشہ ہمیش کے لئے موجود ہے اور یہ ایک ایسی زبردست دلیل ہے کہ اس کے مقابل پر تمام انبیاء کے معجزات کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔اس طرح قرآنی معجزے کی افضلیت اور برتری دوسرے تمام مذاہب پر اپنی حجت قائم کر دیتی ہے۔

ایک دوسرے زاویے سے اگر دیکھا جائے تو معجزات کو مزید چار اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

’’معجزے کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ایک معجزے ہدایت دینے کے لئے اور لوگوں پر حجت تمام کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔وہ ایسے معجزے ہوتے ہیں جن کو دشمن سے بھی منوایا جاسکتا ہے۔اگر منوایا نہ جاسکے تو وہ حجت کس طرح ہوسکتے ہیں۔پس جو معجزے حجت کے لئے آتے ہیں وہ ایسی ہی شکل میں آتے ہیں جن کو منوایا جاسکے۔ مثلاً قرآن کریم کا معجزہ۔اسی طرح بعض معجزات ایسے ہوتے ہیں۔ جو صرف تقویت ایمان کے لئے ہوتے ہیں ان کا منوایا جانا ضروری نہیں ہوتا۔وہ صرف مومنوں کے ازدیادِ ایمان کے لئے ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً رسول کریم ﷺ کی انگلیوں کے درمیانی سوراخوں سے ایک دفعہ پانی پھوٹ نکلا اور ایک آیت ہوتے ہیں یعنی دشمنوں پر حجت تمام کرنے کے لئے آتے ہیں۔یہ معجزے ایسے ہوتے ہیں جنہیں دشمنوں کے سامنے کھلے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔اور کچھ معجزے ایسے ہوتے ہیں جو ابتلائی ہوتے ہیں اور ان میں رنج اور کوفت کا پہلو پایا جاتا ہے۔لیکن خدا تعالیٰ کسی حکمت کے ماتحت ان کو ظاہر فرماتا ہے۔حضرت مسیح کی بن باپ ولادت بھی ایسے ہی ابتلائی معجزوں میں سے ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر۔جلد پنجم،صفحہ194)

اس اقتباس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزات کی چار اقسام ہیں جو مخالفوں اور اپنوں دونوں کے لئے دکھائے جاتے ہیں۔اور قرآن کریم کا معجزہ مخالفوں کے لئے بطور حجت کے ہمیشہ کے لئے موجود ہے۔

حضور ﷺ اور دوسرے انبیائے کرام کے معجزات

اگرچہ تمام انبیائے کرام خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور اسلام کے بنیادی عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ہر نبی ایک خاص زمانے اور ایک خاص علاقے کے لئے مبعوث ہوا ہے مگر آنحضور ﷺ پوری دنیا اور ہمیشہ کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔اسی طرح آنحضرت ﷺ کے معجزات اور دوسرے انبیاء کے معجزات میں بھی فرق ہے۔حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’دنیا میں کل نبیوں کے معجزات کو بھی اگر ان کے مقابلہ میں رکھیں، تو میں ایمان سے کہتا ہوں کہ ہمارے پیغمبر خدا ﷺ کے معجزات بڑھ کر ثابت ہوں گے۔قطع نظر اس بات کے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے اور قیامت تک اور اس کے بعد تک کی پیشگوئیاں اس میں موجود ہیں۔‘‘

(ملفوظات۔جلداول،صفحہ274)

اسی طرح حضور ﷺ ایک زندہ نبی ہیں اور آپؐ کی تعلیم اور معجزات بھی ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’الغرض قرآن شریف ایک کامل اور زندہ اعجاز ہے اور کلام کا معجزہ ایسا معجزہ ہوتا ہے کہ کبھی اور کسی زمانہ میں وہ پرانا نہیں ہوسکتا اور نہ فنا کا ہاتھ اس پر چل سکتا ہے۔‘‘ (ملفوظات۔جلد2،صفحہ27)

’’غرض قرآن شریف بدوں غور وخوض بدوں محو واثبات اپنے اندر زندگی کی روح رکھتا ہے اور بدوں کسی نسبتی لحاظ یا مقابلہ کے وہ مستقل اعجاز ہے،سو انسانی فطرت تو تازہ بتازہ نشانات دیکھنا چاہتی ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد2،صفحہ42)

اسی طرح کلام کے معجزہ ہونے کے بارہ میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’کلام کا معجزہ آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک چار ہزار برس ہوئے ہیں سوائے قرآن مجید کے اور کسی نے نہیں دکھایا اور نہ کسی نے دیکھا۔‘‘

(ملفوظات۔جلد2،صفحہ507)

قرآن کریم کا معجزہ

جہاں آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں حضور ﷺ نے بے شمار معجزات دکھائے وہاں آپؐ نے قرآن کریم کا معجزہ رہتی دنیا کے لئے چھوڑا۔اس بارے حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف ایسا معجزہ ہے کہ نہ وہ اول مثل ہوا اور نہ آخر کبھی ہوگا۔اس کے فیوض وبرکات کا در ہمیشہ جاری ہے۔اور وہ ہر

زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت ﷺ کے وقت تھا۔" (ملفوظات۔جلد2،صفحہ40،ایڈیشن2003ء)

اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم ایک عظیم الشان معجزہ ہے جو رہتی دنیا کے لئے ہر قوم کے لئے ایک حجت کے طور پر قائم رہے گا۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مندرجہ ذیل دلائل و براہین دیئے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو جو معجزہ عطا فرمایا ہے، وہ اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم اور اصولِ تمدن اور اس کی فصاحت و بلاغت کا ہے۔جس کا مقابلہ کوئی انسان ہرگز نہیں کرسکتا اور ایسا ہی معجزہ غیب کی خبروں اور پیشگوئیوں کا ہے۔اس زمانہ کا کوئی شعبدہ بازی کا استاد ایسا کرنے کا ہرگز دعویٰ نہیں کرتا۔" (ملفوظات۔جلد اول،صفحہ 258)

"معجزہ تو علم کا ہی بڑا ہوتا ہے۔حضرت رسول کریم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن شریف ہی تھا جواب تک قائم ہے۔"

(ملفوظات۔جلد اول،صفحہ 440)

ان حوالہ جات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن عظیم نے ایک علمی معجزہ اور دوسرا پیشگوئیوں پر مشتمل غیب کے علم کا معجزہ دیا ہے۔ یہ دونوں علوم قرآن کریم میں بڑی فصاحت و بلاغت سے پائے جاتے ہیں۔اس بارہ میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"غرض قرآن شریف حکمت ہے اور مستقل شریعت ہے اور ساری تعلیموں کا مخزن ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کا پہلا معجزہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے اور پھر دوسرا معجزہ قرآن شریف کا اس کی عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں۔" (ملفوظات۔جلد2،صفحہ 31)

اسی طرح قرآن کریم کے ظاہری الفاظ بھی معجزے سے کم نہیں۔ان الفاظ کی ترکیب بھی اپنے اندر ایک معجزہ رکھتی ہے۔ حضور علیہ السلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:

"یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے کہ اس میں سارے الفاظ ایسے موتی کی طرح پروئے گئے ہیں اور اپنے اپنے مقام پر رکھے گئے ہیں کہ کوئی ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ نہیں رکھا جاسکتا اور کسی کو دوسرے لفظ سے بدلا نہیں جاسکتا۔لیکن اس کے باوجود اس کے قافیہ بندی اور فصاحت و بلاغت کے تمام لوازم موجود ہیں۔"

(ملفوظات۔جلد5،صفحہ482)

ایک اور جگہ قرآن کریم کی معجزانہ تعلیم کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"پس معجزہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے قرآن شریف نہایت روشن مثال ہے کہ بظاہر وہ بھی ایک کلام ہے جیسا کہ انسان کا کلام ہوتا ہے لیکن وہ اپنی فصیح تقریر کے لحاظ سے اور نہایت لذیذ اور مصفّٰی اور رنگین عبارت کے لحاظ سے جو ہر جگہ حق اور حکمت کی پابندی کی التزام رکھتی ہے اور نیز روشن دلائل کے لحاظ سے جو تمام دنیا کے مخالفانہ دلائل پر غالب آگئیں اور نیز زبردست پیشگوئیوں کے لحاظ سے ایک ایسا لاجواب معجزہ ہے جو باوجود گزرنے تیرہ سو برس کے اب تک کوئی مخالف اس کا مقابلہ نہیں کرسکا اور نہ کسی کو طاقت ہے جو کرے۔قرآن شریف کو تمام دنیا کی کتابوں سے یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ معجزانہ پیشگوئیوں کو بھی معجزانہ عبارات میں جو اعلیٰ درجہ کی بلاغت اور فصاحت سے پر اور حق اور حکمت سے بھری ہوئی ہیں، بیان فرماتا ہے۔"

(براہین احمدیہ،جلد پنجم۔روحانی خزائن،جلد21،صفحہ59۔60)

ان تمام حوالہ جات کی روشنی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کریم ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔قرآن کریم اپنی بناوٹ کے اعتبار سے معجزہ ہے۔قرآن کریم اپنی کامل اور مکمل تعلیم کے لحاظ سے معجزہ ہے۔قرآن کریم اپنی پیشگوئیوں کی بنا پر معجزہ ہے۔قرآن کریم ایک ہمیشہ رہنے والا زندہ معجزہ ہے کیونکہ یہ تعلیم رہتی دنیا کے لئے ہے، ہر زمانہ کے لئے ہے، ہر قوم کے لئے ہے اور ہر قسم کے حالات کے لئے ہے۔اسی طرح قرآن کریم اپنے غیب کے علم کی بنا پر معجزہ ہے۔غیب کے علم میں گزرے ہوئے زمانے سے لے کر آئندہ آنے والے زمانے کی تمام خبریں شامل ہیں۔ بلکہ زندگی کی ابتداء سے انتہاء تک کے علوم اس میں پائے جاتے ہیں۔اس لحاظ سے اس کی برتری ایسی کامل اور اٹوٹ بن جاتی ہے کہ دنیا کا دوسرا کوئی مذہب اس کا مقابلہ کر نہیں سکتا۔اور مرور زمانہ کے باوجود علم الغیب کا معجزہ کبھی ماند نہیں پڑے گا بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ رہے گا۔

قرآن کریم کے عظیم الشان معجزہ ہونے کے باوجود صرف سعادت مند لوگ ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔جیسے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین جنہوں نے قرآن کریم کے معجزے سے فائدہ اٹھایا اور آنحضور ﷺ پر ایمان لائے۔جب کہ ابوجہل جیسے نامراد لوگ اس زندہ معجزہ کو دیکھتے ہوئے بھی نہ دیکھ سکے کیونکہ وہ روحانی آنکھوں سے محروم تھے اور اندھے تھے۔پس ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم اس عظیم کتاب کے ماننے والے ہیں جس میں زندہ خدا کے زندہ نشان پائے جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

تقریب نکاح

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مورخہ 17 ستمبر 2021ء کو مسجد بیت الرحمٰن گلشن اقبال کراچی میں نماز جمعہ کے بعد مکرم محمود اختر خاں صاحب و محترمہ روبینہ تبسم صاحبہ کی سب سے بڑی صاحبزادی محترمہ ثنا خاں صاحبہ آف حلقہ ویسٹن ساؤتھ ٹرانٹو کا نکاح مکرم حیات علی شاہین صاحب و محترمہ شمیم حیات صاحبہ، منڈی بہاؤالدین کے صاحبزادے مکرم وسیم احمد صاحب کے ساتھ طے پایا۔

مکرم مولانا سہیل احمد شہزاد صاحب مربی سلسلہ گلشن اقبال کراچی نے بعوض بیس ہزار کینیڈین ڈالرز حق مہر کے ساتھ اس نکاح کا اعلان فرمایا۔فریقین کے تعارف اور ایجاب قبول کرنے کے بعد مکرم مولانا موصوف نے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کرائی۔

احباب جماعت سے اس نکاح کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

اعلانِ ولادت

خدا تعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل سے محترمہ طلعت نسرین صاحبہ و مکرم زاہد احمد عابد صاحب مربی سلسلہ کیلگری کو 11 اکتوبر 2021ء کو پیاری بیٹی سے نوازا ہے۔الحمدللہ علی ذالک۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت واحسان بچی کا نام "ملیحہ زاہد عابد" منظور فرمایا ہے جو کہ وقفِ نو کی مبارک تحریک میں شامل ہے۔

عزیزہ ملیحہ سلمہا اللہ تعالیٰ مکرم غلام احمد عابد صاحب سیکرٹری اشاعت امارت وان اور محترمہ زاہدہ قدسیہ صاحبہ کی پوتی اور مکرم احسان الحق صاحب ایڈیشنل سیکرٹری مال جماعت احمدیہ جرمنی اور محترمہ شمیم اختر صاحبہ جرمنی کی نواسی ہے۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ دعا کریں مولا کریم عزیزہ ملیحہ زاہد عابد سلمہا کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ نیک اور خادمہ دین بنائے اور والدین کے لئے قرۃ العین ہو۔آمین

حضرت مرزا غلام اللہ قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(پیدائش: 1852ء ۔ وفات: 18 دسمبر 1917ء)

مکرم فرحان احمد حمزہ قریشی صاحب مربی سلسلہ، استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے الہاماً فرمایا کہ:

”یَنْقَطِعُ اٰبَاؤُكَ وَيُبْدَءُ مِنْكَ یعنی تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہو جائے گا اور تیرے بعد سلسلہ خاندان کا تجھ سے شروع ہوگا۔“ (حقیقۃ الوحی ۔ روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 79)

نیز 20 فروری 1886ء کی عظیم الشان پیشگوئی میں یہ بھی فرمایا کہ:

”ہر یک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گا۔ ... لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اِرد گِرد پھیلائے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا۔“

(تذکرہ، صفحہ 111۔112۔ مطبوعہ 2003ء)

چنانچہ یہ پیشگوئیاں نہایت شان کے ساتھ پوری ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے وقت آپؑ کے خاندان کے ستر افراد زندہ تھے لیکن ان ستر میں سے صرف انہی کی نسل چلی جو بیعت کر کے آپؑ کی روحانی اولاد میں شامل ہو گئے۔

(تذکرہ ۔ صفحہ 111، حاشیہ ۔ مطبوعہ 2003ء)

حضرت مرزا غلام اللہ قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جدی خاندان کے ایک ایسے خوش قسمت وجود تھے جنہیں امامِ وقت کو پہچاننے اور صحابہ کے مبارک گروہ میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ خاکسار آپ کی سیرت و سوانح کے چند پہلو پیش کر رہا ہے۔

نوٹ: اس مضمون میں درج کی گئی تمام روایات مکرم مرزا مسعود احمد صاحب، کینیڈا نے بیان کی ہیں، جو حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ کے پوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سو سال پرانی باتیں ہیں جن کو میرے علاوہ اب کوئی اور نہیں جانتا۔ چنانچہ خاکسار راقم الحروف سلسلہ کے ریکارڈ کے لئے یہ باتیں احاطہ تحریر میں لا رہا ہے۔

مختصر خاندانی تعارف

حضرت مرزا غلام اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تخمیناً 1852ء میں مرزا گاماں بیگ صاحب اور امیر بیگم صاحبہ کے ہاں قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپؓ مرزا ہادی بیگ کی پندرھویں پشت میں پیدا ہوئے اور آپؓ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عالی نسب سے جا ملتا ہے۔ یعنی مرزا دلاور بیگ پر دونوں انساب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

آپؓ کے ابتدائی حالات کے متعلق زیادہ معلوم نہیں۔ آپؓ کے تین بھائی تھے اور کوئی حقیقی بہن نہیں تھی۔ دو (2) بھائی آپؓ سے بڑے تھے اور ایک چھوٹا۔ سب سے بڑے بھائی کا نام مرزا محمد بیگ تھا۔ ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد حضرت مغلانی نور جان صاحبہ (وفات: 4 جون 1938ء، بعمر 125 سال) سے ہوا جو صحابیہ تھیں اور جن کی روایات قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب سیرت المہدی حصہ پنجم میں شامل کی ہیں۔

(دیکھئے روایات نمبر: 1354، 1372، 1375، 1385، (1392)

دوسرے بھائی کا نام مرزا نواب بیگ تھا۔ جب کہ آپؓ کے چھوٹے بھائی کا نام مرزا نظام الدین تھا۔ آپؓ کے بھائیوں میں سے آگے کسی کی نسل نہ چلی۔

آپؓ کا خاندان قادیان میں مسجد اقصیٰ کے علاقہ میں آباد تھا۔ اور جماعت احمدیہ کے قیام کے بعد جب صحابہ قادیان ہجرت کرنے لگے تو یہ جگہ محلہ انصار اللہ کے نام سے معروف ہوئی۔

اتالیق بن کر ترکی جانا

1877 یا 1878ء میں جب آپؓ 25 یا 26 سال کے ہوئے تو مرزا اعظم بیگ صاحب لاہوری نے آپؓ کو اپنے بیٹے مرزا اکبر بیگ صاحب کے ساتھ بطور اتالیق ترکی بھیجا۔ جہاں آپؓ مرزا اکبر بیگ صاحب کی تعلیم مکمل ہونے تک رہے۔

حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ کا شجرۂ نسب

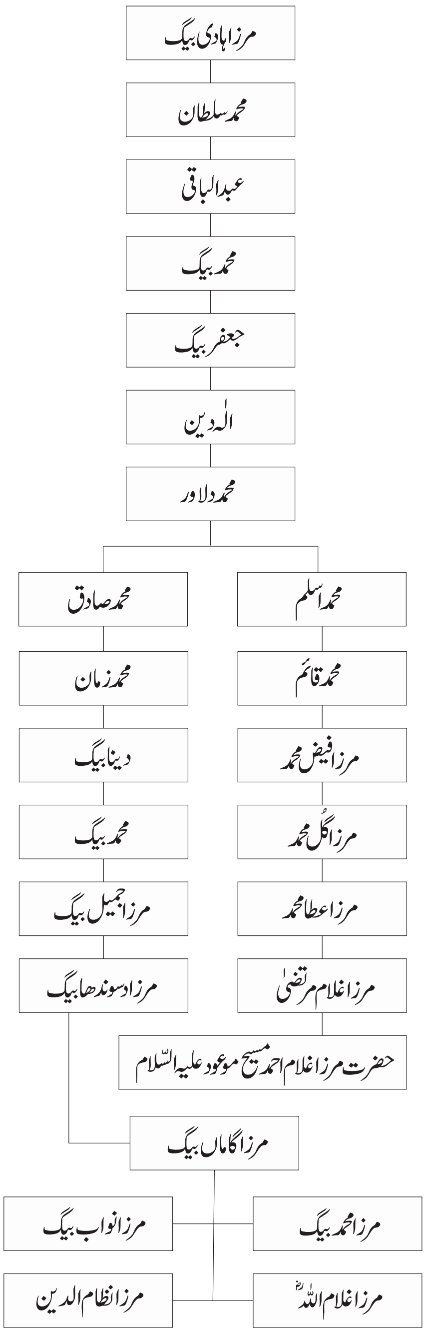

یہاں یہ تعارف پیش کرتا چلوں کہ مرزا اعظم بیگ صاحب لاہور کے بہت بڑے رئیس اور متمول شخص تھے۔ انہیں مغل بادشاہوں کی زمینوں میں سے بہت جائیداد ملی ہوئی تھی۔ لاہور میں اعظم آباد میں ان کی بہت جائیدادیں تھیں اور یہ انہی کے نام سے مشہور ہے۔1866سے1868 تک ڈسٹرکٹ گجرات کے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بھی رہے۔

(Report on the Second Regular Settlement of the Gujrat District, Panjab,1874, p.18)

اور حضرت مرزا غلام اللہ صاحب ان کے مختارِ عام تھے۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے ایک ابتدائی خادم

حضرت مرزا غلام اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابتدا سے ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت و محبت تھی۔ اس زمانہ میں جب کہ حضور علیہ السلام گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے تھے، آپؓ حضور کی خدمت میں رہنا پسند کرتے اور حضور کی اقتدا میں نمازیں ادا کرتے تھے۔ لہٰذا آپؓ کا شمار حضرت اقدس علیہ السلام کے ابتدائی خدام میں ہوتا ہے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''حیاتِ احمد'' میں آپ کا نام ان سعادت مندوں میں شامل کیا ہے جنہیں ابتدائی زمانہ سے حضور کی خدمت کی توفیق ملتی رہی۔

(حیاتِ احمدؑ، جلد دوم، حصہ اول، صفحہ 105، جدید ایڈیشن مطبوعہ 2013ء)

اور مؤرخ احمدیت مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے آپؓ کا نام ان گنتی کے چند اصحاب میں درج کیا ہے جو حضرت اقدس علیہ السلام کے اس وقت ساتھی تھے جب کہ آپ بالکل گمنام تھے اور ابھی براہینِ احمدیہ کی اشاعت نہ ہوئی تھی۔

(تاریخ احمدیت، جلد اول، صفحہ 208، جدید ایڈیشن)

چنانچہ جن ایام میں آپؓ ترکی جانے کی تیاری کر رہے تھے، حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے آپؓ سے اس بات کا اظہار کیا کہ آپؑ کو کسی ایسے لڑکے کی ضرورت ہے جو کام کاج میں مدد کر سکے اور روٹی وغیرہ لایا کرے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفصیل حیاتِ احمد میں درج کی ہے۔

''مرزا اسمٰعیل بیگ جو آج کل قادیان میں دودھ فروشی کرتا ہے 1877 یا 1878ء کے قریب حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی خدمت میں آیا اور آپ کی زندگی کے آخری ایام تک کسی نہ کسی نہج سے آپ کی خدمت میں رہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے تایا زاد بھائی مرزا غلام اللہ صاحبؓ مرحوم مرزا اعظم بیگ صاحب کے بیٹے اکبر بیگ صاحب کے ہمراہ ترکی جانے والے تھے۔ حضرت نے انہیں فرمایا کہ کوئی لڑکا چاہئے جو میرے لئے گھر سے روٹی وغیرہ لے آیا کرے۔ اس پر مرزا غلام اللہ صاحبؓ نے عرض کیا۔ کہ میرا چچازاد بھائی اسماعیل بیگ ہے۔ نماز کا پابند ہے۔ آپؑ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ۔ میری والدہ سے پوچھ کر وہ مجھے جب کہ میں کھیلتا تھا اپنے ساتھ لے گئے۔ اگرچہ میں نے کہا کہ میں میاں جان محمد صاحب سے پڑھتا ہوں۔ مگر انہوں نے کہا کہ میں وعدہ کر آیا ہوں تم چلو اور اس طرح پر وہ مجھے لے گئے۔ میری عمر اس وقت نو دس سال کی تھی۔ مجھے حضرت کے سامنے پیش کیا۔ اور میرے باپ کا نام سن کر آپؑ نے میری پشت پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ اس کا باپ نیک اور بھلا مانس تھا۔''

(حیاتِ احمد، جلد اول، حصہ سوم، صفحہ 433۔ جدید ایڈیشن، مطبوعہ 2013ء)

پس حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ ان خوش نصیب لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی صحبت ابتدائی زمانہ سے نصیب ہوئی اور حضور کی خدمت کرنے کی سعادت ملی۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نبخشد خدائے بخشندہ
(شیخ سعدیؒ)

یعنی: یہ سعادت اپنے زورِ بازو سے حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ بخششوں والا خدا نہ عطا فرمائے۔

شادی اور اولاد

آپؓ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی اہلیہ جب شادی کے کچھ عرصہ بعد فوت ہوگئیں تو ان کی چھوٹی بہن حضرت برکت بی بی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپؓ کے عقد میں آئیں۔

حضرت برکت بی بی صاحبہ 1865ء میں پیدا ہوئیں۔ یہ مغل برلاس تھیں جو دھرم پور رندھاوا کے مغل خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا خاندان قلعے والے مغل کہلاتے تھے۔ سکھوں کی حکومت جب ہندوستان میں آئی تو اِس خاندان کو اپنی زمینیں اور جائیدادیں چھوڑنی پڑیں اور اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہوئے ایمہ ضلع ہوشیار پور ہجرت کرنی پڑی۔ 1891ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کی سعادت پائی اور بعمر 90 سال مورخہ 14 اکتوبر 1955ء بروز جمعۃ المبارک علی الصباح وفات پائی۔ اسی روز حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؓ کی نمازِ جنازہ بعد نمازِ جمعہ پڑھائی۔ چنانچہ روزنامہ الفضل ربوہ میں یہ اعلان شائع ہوا:

''نمازِ جمعہ کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مکرم مرزا سلام اللہ صاحبؓ آف قادیان کی والدہ محترمہ کی نماز جنازہ پڑھائی جن کی وفات کل صبح چنیوٹ میں ہوئی۔ مرحومہ قدیم صحابیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے تھیں، مقبرہ بہشتی میں مدفون ہوئیں۔ احباب بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ۔ مورخہ 16 اکتوبر 1955ء، صفحہ 1)

حضرت برکت بی بی صاحبہؓ کے بطن سے آپ کے ہاں جو اولاد پیدا ہوئی اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

(الف) مرزا اسلام اللہ صاحبؓ

27 جنوری 1889ء کو قادیان دارالامان میں پیدا ہوئے۔ 1899ء میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی سعادت پائی۔ آپؓ کی اہلیہ محترمہ شفیعہ بیگم صاحبہ بنت مرزا حسین بیگ صاحب آف لنگروال تھیں۔ آپؓ نے 80 سال کی عمر میں مورخہ 3 اپریل 1969ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

(ب) سردار بیگم صاحبہؓ

آپؓ 1891 یا 1892 میں پیدا ہوئیں۔ آپؓ حضرت مرزا برکت علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن نواب مرزا ناصر علی بیگ آف لاہور (وفات: 22 مئی 1978ء) کی اہلیہ تھیں۔ آپؓ مکرم مرزا عطاء الرحمٰن صاحب، مکرم مرزا فضل الرحمٰن صاحب اور مکرم مرزا لطف الرحمٰن صاحب، مبلغ سلسلہ کی والدہ تھیں۔

(ج) مرزا منظور احمد صاحبؓ

1900ء میں پیدا ہوئے اور پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی صحبت میں وقت گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ امۃ الحی عرف حمیدہ بیگم صاحبہ تھیں جو مرزا محمد اسمٰعیل (پٹواری) آف کوٹلی مغلاں ریاست کپورتھلہ کی بیٹی تھیں۔ آپ نے مورخہ 3 فروری 1980ء کو 80 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپؓ، مکرم مرزا مسعود احمد صاحب کے والد تھے۔

(د) حفیظہ بیگم صاحبہ

تاریخِ پیدائش معلوم نہیں۔ مرزا عبد الرحمٰن صاحب آف سیالکوٹ کی اہلیہ تھیں۔ جوانی میں فوت ہوئیں۔

(ھ) رشیدہ بیگم صاحبہ

1908ء میں پیدا ہوئیں اور پیدائشی احمدی تھیں۔ آپ کی شادی مکرم قریشی عبد اللطیف صاحب سے ہوئی جو قریشی احمد دین صاحب آف گجرات کے بیٹے تھے۔ آپ نے 92 سال کی عمر میں

مورخہ 15 مارچ 2000ء کو وفات پائی۔آپ خاکسار راقم الحروف (فرحان حمزہ قریشی) کی پڑدادی تھیں۔

(و) مرزا سلیم احمد

تاریخ پیدائش معلوم نہیں۔بچپن میں فوت ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت

حضرت مرزا غلام اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ شروع سے ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدت مند تھے، آپؑ ہی کے خاندان کے فرد تھے اور اپنے آپؓ کو ابتدا سے حضور سے ہی منسلک سمجھتے تھے، لہٰذا آپؓ نے اوائل زمانہ میں دستی بیعت کرنا ضروری نہیں سمجھا۔لیکن غالباً حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کی تحریک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر دستی بیعت کرنے کی سعادت پائی۔اور اس طرح آپؓ حضرت اقدس علیہ السلام کی روحانی اولاد میں شامل ہوگئے۔بیعت کی معین تاریخ یا سن معلوم نہیں تاہم آپ کی بیعت ابتدائی زمانہ کی ہے اور آپؓ کا شمار پرانے صحابہ میں ہوتا ہے۔

(دیکھئے روزنامہ الفضل قادیان، 22 دسمبر 1917ء، صفحہ 1)

قبولِ احمدیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت مرزا غلام اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپؓ کے خاندان کو بے شمار برکات سے نوازا۔آج آپؓ کی اولاد دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کی صداقت کی دلیل ہے کہ ''یَنْقَطِعُ اٰبَاؤُکَ وَیُبْدَءُ مِنْکَ'' (یعنی تیرے باپ دادے کی نسل کاٹی جائے گی اور اب خاندان تجھ ہی سے چلے گا۔) جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ان جدی بھائیوں کی نسل آگے نہ چلی جو آپ کی روحانی اولاد میں شامل نہ ہوئے، وہاں ان تمام افرادِ خاندان پر اللہ تعالیٰ کے افضال کی بارش ہوئی جنہوں نے آپؑ کی غلامی اختیار کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق آپ کی روایات

سیرتِ احمد مؤلفہ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوریؓ میں آپ کی تین روایات درج ہیں۔آپؓ بیان فرماتے ہیں۔

(1) ''میرے بھائی مرزا نظام الدین نے ذکر کیا کہ ایک دن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکان کے پاس کھڑا تھا کہ ایک انگریز شاید کوئی پولیس آفیسر تھا۔آیا اور مجھ سے پوچھا۔مرزا صاحب کہاں ہیں۔میں نے کہا آپ ٹھہریں میں ابھی ان کو اطلاع دیتا ہوں۔میں نے اطلاع دی۔آپؑ تشریف لائے۔ دو کرسیاں بچھائی گئیں۔ایک پر انگریز بیٹھ گیا۔ایک پر آپؑ۔اس انگریز نے کہا۔میں نے کچھ پوچھنا ہے۔آپؑ نے فرمایا پوچھ لو۔اس نے ایک کتاب نکالی۔اور ورق گردانی شروع کردی۔تھوڑی دیر کے بعد حیران سا ہو کر بولا۔جو پوچھنا تھا وہ بھول گیا ہوں۔اور جو نوٹ کیا تھا۔وہ ملتا نہیں۔آپؑ نے فرمایا اچھا پھر پوچھ لینا۔جب یاد آئے۔پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بٹالہ کی طرف چلا گیا۔''

(2) ''میرے بھائی مرزا نظام الدین صاحب نے ذکر کیا کہ جن دنوں حضرت صاحب سیالکوٹ میں نوکر تھے۔میں بھی آپؑ کے ساتھ تھا۔مجھے حضرت صاحب پڑھایا بھی کرتے تھے۔آپ وہاں بھیم سین وکیل کو جو ہندو تھا۔قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے۔اور اس نے تقریباً 14 پارہ تک قرآن حضرت صاحب سے پڑھا تھا۔ایک دن حضرت صاحب نے صبح اٹھ کر بھیم سین کو مخاطب کر کے یہ خواب سنایا کہ آج رات میں نے رسول اکرمؐ کو خواب میں دیکھا۔آپؐ مجھ کو بارگاہ ایزدی میں لے گئے۔اور وہاں سے مجھے ایک چیز ملی۔جس کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ سارے جہان کو تقسیم کردو۔یہ میری خواب ہے اس کو لکھ رکھیو۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کی برکت سے معجزانہ شفایابی

(3) ''مجھے ایک دفعہ ہیضہ ہوگیا۔جب میں سخت بیمار ہوگیا۔میرا بیٹا حضرت صاحب کی خدمت میں آیا اور بیماری کا حال عرض کیا۔آپؑ نے فرمایا۔مولوی نورالدین صاحبؓ کو لے جاؤ۔چنانچہ وہ مولوی صاحب کو لے گئے۔انہوں نے علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔مرض بڑھ گئی۔شام کے وقت میرا چچا اور میرا بیٹا پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کیا۔بیماری بڑھ گئی ہے۔حکیم صاحبؓ کا خیال ہے کہ اب بچنا مشکل ہے۔زندگی کی نسبت موت قریب ہے۔آپؑ نے فرمایا۔اچھا میں دعا کروں گا۔چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد حالت میں تغیر ہوگیا۔اور صبح تک میں بولنے لگا۔اور دوپہر تک خدا کے فضل اور حضور کی دعا سے خاصی طاقت ہوگئی۔حتی کہ اگلے دن میں نے مسجد اقصیٰ میں جا کر نماز جمعہ ادا کی۔''

(سیرتِ احمدؑ، صفحہ 150 تا 152۔روایات نمبر 66، مرزا غلام اللہ صاحب انصار ساکن قادیان)

اسی حوالے سے آپؓ کے پوتے مکرم مرزا مسعود احمد صاحب ابن مرزا منظور احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''میرے تایا جان حضرت مرزا اسلام اللہ صاحبؓ بتایا کرتے تھے کہ جب میرے ابا جان (یعنی حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ) کی طبیعت کبھی خراب ہوتی تو میں جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دروازہ کھٹکھٹاتا تھا تو حضور کے ہاتھ میں لالٹین ہوتی تھی۔گویا کہ حضور دروازے کے پاس ہی ہوتے اور فوراً دروازے پر تشریف لے آیا کرتے تھے۔میں بتاتا کہ ابا جان کی طبیعت خراب ہے۔کبھی حضور خود دوائی دے دیا کرتے تھے اور کبھی فرما دیتے کہ مولوی صاحب (یعنی حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ) کے پاس چلے جاؤ۔میں دعا کروں گا۔وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ صحت دے دے گا۔''

اخلاقِ حسنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت گزاری

آپؓ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت وعقیدت اور اطاعت گزاری ہے۔چونکہ آپؓ کا تعلق حضرت اقدس علیہ السلام کے جدی خاندان سے تھا، اس لئے آپؓ کے مراسم خاندان کے ان افراد سے بھی تھے جو حضور علیہ السلام کی بیعت میں شامل نہیں تھے۔آپؓ ان کو اکثر تبلیغ کرتے اور جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی تلقین کرتے رہتے۔

خاندان کے جن احباب سے آپؓ کے تعلقات تھے، ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچازاد بھائی مرزا امام الدین صاحب، مرزا نظام الدین صاحب اور ان کی بڑی بہن حرمت بی بی صاحبہ عرف تائی صاحبہ (اہلیہ مرزا غلام قادر صاحب) شامل ہیں۔

ایک دفعہ کسی گھریلو معاملہ کی وجہ سے آپؓ، مرزا امام الدین اور نظام الدین سے سخت ناراض ہوگئے۔یہاں تک کہ صلح کی گنجائش نہیں رہی اور آپ نے ان سے تعلقات ختم کردیئے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو جب اس بات کا علم ہوا تو حضور علیہ السلام نے آپؓ سے فرمایا کہ آپؓ ان سے ملتے رہیں۔ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؓ کے ذریعہ سے ان کو ہدایت دے دے۔لہٰذا حضور علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل میں آپؓ نے ان لوگوں سے تعلقات بحال کئے اور ان سے رابطہ قائم کیا۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے یہ الفاظ کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؓ کے ذریعہ سے ان کو ہدایت دے دے۔آپؓ کے دل میں اپنے اقربا کی ہمدردی کے جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔آپؓ یہی چاہتے تھے کہ کسی طرح آپؓ کے رشتہ دار آپؑ کی بیعت میں داخل ہو کر عافیت کے حصار میں آجائیں۔اور یہ مبارک الفاظ بڑی

شان سے پورے ہوئے۔ انہیں جدی بھائیوں کی اولاد میں سے سعید فطرت روحیں احمدیت کی آغوش میں آگئیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھاوجہ اور چچازاد بہن محترمہ حرمت بی بی صاحبہ اہلیہ مرزا غلام قادر صاحب سے حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ کا بہت پیار کا تعلق تھا۔ ویسے تو عمر میں وہ آپ سے بہت بڑی تھیں، لیکن آپؓ انہیں ہمیشہ احمدیت قبول کرنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ جب بھی ملتے ان سے یہی کہتے کہ ''بہن! میں آپؓ کا جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ احمدی ہو جاؤ''۔ اٹھتے بیٹھتے انہیں تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ بالآخر حرمت بی بی صاحبہ نے اوائل مارچ 1916ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ''تائی آئی'' کا الہام، جس میں ایک عظیم پیشگوئی پنہاں تھی، بڑی شان سے پورا ہوا۔

(روزنامہ الفضل قادیان۔ مؤرخہ 4 مارچ 1916ء، صفحہ 1۔ نیز الہام کی تفصیل کے لئے دیکھئے: تذکرہ، صفحہ 665، مطبوعہ 2003ء)

''تائی'' حرمت بی بی صاحبہ نے نہایت اخلاص سے آخر دم تک اپنا عہدِ بیعت نبھایا۔ 1/5 حصہ کی وصیت کی۔ آپ نے مؤرخہ یکم دسمبر 1927ء کو قریباً 100 سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔

(روزنامہ الفضل قادیان۔ 6 دسمبر 1927ء، صفحہ 1)

محترمہ ''تائی'' حرمت بی بی صاحبہ کی اپنی اولاد کم سنی میں فوت ہو گئی تھی، اس لئے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ اور اسی طرح انہوں نے اپنی بھتیجی خورشید بیگم صاحبہ بنت مرزا امام الدین صاحب کو بیٹی بنا لیا تھا۔ پس انہوں نے خورشید بیگم صاحبہ کی شادی حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے کرا دی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان دونوں بزرگوں کو جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جدی خاندان کے دیگر افراد بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں داخل ہوئے جن میں مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا نظام الدین صاحب بھی شامل تھے۔ پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کہ آپؑ کے خاندان کے افراد کو ہدایت نصیب ہو مختلف رنگوں میں پوری ہوئی۔ اور آگے انہیں افراد کی نسلیں چلیں جو آپؑ کی روحانی اولاد میں شامل ہو گئے۔

غیرتِ دینی

حضرت مرزا غلام اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرتِ دینی کا اندازہ اِس بات سے ہو سکتا ہے کہ باوجود تعلق اور رشتہ داری کے، آپؓ نے مرزا امام الدین صاحب کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اس موقع پر آپؓ نے اپنے گھر کے تمام افراد کو منع کر دیا کہ تعزیت کے لئے ہرگز اس کے گھر کوئی نہیں جائے گا۔ خاندانی رشتہ داری کے باوجود، آپؓ کی دینی غیرت اور آپؓ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت و عقیدت نے گوارا نہ کیا کہ ایسے شدید مخالف کی وفات پر آپؓ کے اہلِ خانہ میں سے کوئی افسوس کا اظہار تک کرے۔ یہ بات دیگر رشتہ داروں کو ناگوار گزری۔ چنانچہ مرزا امام الدین کی بڑی بہن تائی حرمت بی بی صاحبہ نے پوچھا ''غلام اللہ کتھے گیا اے؟'' (یعنی غلام اللہ کدھر گیا ہے۔) جب انہیں بتایا گیا کہ ''او درس تے گئے نیں'' (وہ درس پر گئے ہوئے ہیں) اور تعزیت کرنے نہیں آئے تو انہوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور بہت برا منایا۔ اور تمسخر سے چند نازیبا کلمات بھی کہے۔ لیکن حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ کو کسی کی ناراضگی کی کچھ پرواہ نہ تھی کیونکہ آپؓ دل و جان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلام تھے۔ بھلا آپؓ کو اپنے آقا کے دشمن کی وفات پر افسوس کیونکر ہوتا؟

جب مرزا امام الدین صاحب کے جنازہ کا وقت آیا تو آپؓ نے ان کی نمازِ جنازہ ادا نہ کی۔ دوسری طرف سید محمد علی شاہ صاحب کلانوری تھے جو لاہور میں افسر محکمہ جنگلات تھے اور جن کے ہاں لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ٹھہرا بھی کرتے تھے۔ انہوں نے جنازہ پڑھ لیا۔ اور پڑھ کر کہنے لگے کہ ''دیکھو بھئی غیروں نے مرزا امام دین کا جنازہ پڑھ لیا۔ اپنوں نے نہیں پڑھا''۔ یہاں ''اپنوں'' سے ان کی مراد حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ تھے۔ یہ بات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں کسی نے عرض کر دی کہ سید محمد علی شاہ صاحب یہ کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے یہ سن کر نہ پوچھا کہ کس کے متعلق یہ بات کی گئی ہے بلکہ آپ سمجھ گئے کہ یہ مرزا غلام اللہ کے متعلق کہا گیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا ''ہم مرزا غلام اللہ صاحبؓ سے خوش ہیں۔ محمد علی شاہ صاحب ہماری مجلس میں نہ آیا کریں''۔ پھر جب آپ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے پوچھا ''آپ نے جنازہ کیوں نہیں پڑھا؟'' آپؓ نے جواباً عرض کی کہ ''حضور! وہ تو دہریہ تھا۔ اس کا جنازہ کیسا؟'' حضور یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

دین کو دنیا پر مقدم رکھنا

آپؓ نے ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ نے اپنے بڑے بیٹے مرزا سلام اللہ صاحبؓ کو پٹواری کی ملازمت کے لئے فقیر افتخار الدین صاحب کے پاس بھیجا۔ فقیر صاحب بہت نامور شخصیت تھے جنہیں Companion of the Order of the Indian Empire جیسا بلند اعزاز حاصل تھا۔ وہ Settlement Officer تھے اور Punjab Chiefs Association کے ممبر بھی۔

(دیکھئے کتاب The Punjab Chiefs Association، مولفہ سردار پرتاپ سنگھ، صفحہ 84)

فقیر افتخار الدین صاحب آپ کو اچھی طرح جانتے تھے کیونکہ آپ مرزا اعظم بیگ صاحب لاہوری کے مختارِ عام رہ چکے تھے۔ چنانچہ جب مرزا سلام اللہ صاحب ان کے پاس گئے، فقیر صاحب نے ان سے پوچھا کہ ''آپ مِڈل پاس ہیں؟'' مرزا سلام اللہ صاحب نے جواب دیا کہ ''نہیں، مڈل پاس نہیں ہوں''۔ فقیر صاحب نے کہا ''اگر تم مِڈل پاس ہوتے تو ہم تمہیں تحصیلدار بنا دیتے''۔ ہم نے تو مرزا غلام اللہ صاحب کو golden sparrow دیا تھا مگر انہوں نے نہیں لیا۔ اگر وہ لے لیتے تو تمہیں اس وقت نوکری کی ضرورت نہ پیش آتی''۔ مرزا سلام اللہ صاحبؓ کو یہ بات سمجھ نہ آئی کہ golden sparrow کسے کہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جب بعد میں دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اِس سے مراد سونے کی چڑیا ہے۔ قادیان واپس پہنچنے پر انہوں نے اپنے والد حضرت مرزا غلام اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ فقیر صاحب نے آپ کو کونسی سونے کی چڑیا دی تھی جس کو آپؓ نے لینے سے انکار کر دیا؟ حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ نے کہا کہ ''انہوں نے مجھے پانچ (5) مربع زمین دینی چاہی، مگر میں نے نہ لی''۔ مرزا سلام اللہ صاحبؓ کے استفسار پر کہ اتنی وسیع زمین نہ لینے کی کیا وجہ تھی، آپؓ نے فرمایا اگر میں وہ زمین لے لیتا تو ہم احمدی نہ ہوتے۔ ہم پھر دنیا کے کاموں میں پڑ جاتے۔

مہمان نوازی

حضرت مرزا غلام اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مہمان نوازی کا وصف بہت نمایاں تھا۔ آپؓ کے پوتے مکرم مرزا مسعود احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''ہمارے دادا جان کی عادت تھی کہ جب مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے جاتے تھے تو وہ دیکھتے تھے کہ کوئی رہ گیا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں کہ کوئی رہ گیا ہے اور اس کی رہائش کا انتظام نہیں، تو اپنے گھر لے آیا کرتے تھے۔ ہمارے پاس بہت سے گھر تھے جو ہمارے خاندان کے ایسے لوگوں کے تھے جنہوں نے بیعت

نہیں کی تھی اور فوت ہو گئے تھے اور ان کی پیچھے نسلیں بھی نہیں چلیں۔

چنانچہ ایسے لوگوں کے گھر ہمارے دادا جان کی ملکیت میں آ گئے تھے اور ایک پوری گلی کے مالک بن گئے۔ یہ گھر مسجد اقصیٰ کے پاس تھے۔ اس زمانہ میں رواج یہی تھا کہ مسافر مسجد میں پہنچ جایا کرتے تھے اور نمازی ان کی رہائش کا انتظام کر دیا کرتے تھے۔ بہر کیف، ایک دفعہ ایک مہمان آیا، جب کہ مرزا نظام دین کی بیٹی کی شادی تھی۔ ہمارے دادا جان منتظم تھے۔ اس گھر میں سارے انتظام اِنہی کے ذمہ ہوتے تھے۔ دادا جان شادی والے گھر سے فارغ ہوئے، تو ہمارے رواج ہوتا ہے کہ شادی والے گھر سے کھانا برادری کا ہی کھانا ہوتا ہے اور وہ پھر بہت زیادہ کھانا گھروں میں بھیجتے ہیں۔ کیونکہ گھروں میں نوکر چاکر وغیرہ ہوتے ہیں، اور ان کو بھی آگے دینا ہوتا ہے اور اِسی طرح دیگر کام کرنے والوں کو بھی دینا ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں یہ رؤسا کا طریقہ تھا۔ دادا جان وہیں سے نمازِ عشا پڑھنے چلے گئے۔ اور گھر میں نہیں آئے۔ جب نماز پڑھی تو ایک مسافر تھا جس کو ساتھ لے کر گھر چلے آئے۔ ہماری دادی جان سے پوچھا کہ کوئی کھانا ہے؟ میرے ساتھ مسافر آیا ہے۔ دادی جان ناراض ہو گئیں۔ کہنے لگیں کہ بچے تو بھوکے تھے۔ گھر میں جتنا کھانا تھا، میں نے انہیں کھلا کر سلا دیا ہے۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شادی کے گھر والوں کو احساس ہوا کہ ہم نے انہیں کھانا نہیں بھیجا۔ پس وہاں سے بہت سارا کھانا آ گیا۔ میرے دادا جان نے منع کر دیا دادی جان کو کہ یہ اِس مہمان کی قسمت میں کھانا ہے۔ کسی نے اِس کھانے کو ہاتھ نہیں لگانا۔ اور جتنا کھانا آیا تھا، اس مہمان کے سامنے رکھ دیا۔ اور وہ مہمان سارا کھانا کھا گیا۔ حالانکہ عام حالات میں ایک آدمی اتنا کھانا نہیں کھا سکتا تھا، جتنا وہ کھا گیا۔ اور اس نے کہا کہ میں کئی دنوں سے بھوکا ہوں۔ مجھے کسی نے نہیں پوچھا۔''

دیانتداری

مکرم مرزا مسعود احمد صاحب اپنے دادا حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ کی دیانتداری کے واقعات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''میرے ابا جان (مرزا منظور احمد صاحب) کی پیدائش پر مرزا اعظم بیگ صاحب لاہوری نے ہدیۃً ہمارے دادا جان کو زمین دی۔ اس پر خاندان کے لوگوں نے بہت برا منایا اور کسی کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ صرف حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ بہت اچھا ہوا ہے۔ مرزا غلام اللہ صاحبؓ اتنے دیانتدار ہیں کہ اگر یہ گورنمنٹ کی سروس میں ہوتے تو انہیں اِس سے بڑھ کر اعزاز و اکرام ملتا۔''

پھر مزید بیان کرتے ہیں کہ ''دیانتداری کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ مرزا اعظم بیگ صاحب کی زمین تھی جو اعظم آباد کے نام سے موسوم تھی۔ وہاں سٹور (store) میں گندم کے ڈھیر لگے ہوتے تھے۔ میرے ابا جان (مرزا منظور احمد صاحبؓ) چھوٹے تھے۔ جس طرح بچوں کی عادت ہوتی ہے، چنے بھنوانے کے لئے ابا جان نے اعظم آباد کے سٹور سے گندم کے دانے لینے چاہے۔ وہاں دو ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ایک ڈھیر ہمارے دادا کی ملکیت میں تھا اور دوسرا ڈھیر کسی اور کا تھا۔ ابا جان کچھ دانے اپنی قمیص کے اگلے حصے میں ڈال کر ان کو بھنوانے جا رہے تھے کہ دادا جان نے انہیں بازار کی طرف جاتے ہوئے دیکھ لیا۔ دادا جان نے پوچھا کہ یہ دانے کہاں سے لائے ہو؟ کس ڈھیر سے؟ میرے ساتھ واپس جاؤ اور دکھاؤ کہاں سے لائے ہو۔ چنانچہ جب دونوں سٹور میں پہنچے تو ابا جان نے دکھایا کہ فلاں ڈھیر سے لایا ہوں۔ دادا جان نے کہا کہ واپس رکھو۔ یہ ہمارا نہیں ہے۔ تم ہمارے گندم سے دانے لو۔ یہاں تک ان کی امانتداری اور دیانت کا معیار تھا۔''

خلیفہ وقت کی اطاعت اور اولوالعزمی

حضرت مرزا غلام اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافتِ احمدیہ کے جاں نثار عاشق اور خلیفۂ وقت کے ہر فرمان پر لبیک کہنے والے تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ مبارک میں حضور نے آپؓ کو حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کی خواہش پر ارشاد فرمایا ''کہ آپ اپنی بیٹی (سردار بیگم) کا رشتہ مرزا برکت علیؓ سے کرا دیں۔'' حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا نے حضرت مرزا برکت علی صاحبؓ کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا اور ان سے بہت پیار کیا کرتی تھیں۔

پس جب حضرت مرزا غلام اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد سنا تو اسی وقت اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا۔ اور گھر آ کر اپنی اہلیہ حضرت برکت بی بی صاحبہ کو کہا کہ ''میں نے سردار بیگم کا رشتہ پٹی والوں کے نواسہ سے کر دیا ہے۔'' مراد مرزا برکت علی صاحبؓ تھے، جن کی والدہ کا خاندانی تعلق پٹی سے تھا۔ (پٹی امرتسر سے قریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک پرانا شہر ہے جو ایک زمانہ میں لاہور کی تحصیل میں آتا تھا۔) آپ کی اہلیہ نے یہ بات سن کر کہا اودے کول تے زمین ہی نہیں ہے۔ (یعنی اس کے پاس تو زمین ہی نہیں ہے۔ مالی وسعت نہیں ہے۔) حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ نے فرمایا تو اوڈے کول تے ہے ناں؟ اونہوں وی کچھ دے دوتے او وی زمیندار بن جائے گا۔ (یعنی آپ کے پاس تو ہے ناں؟ اس کو کچھ زمین دے دیں گے تو وہ بھی زمیندار بن جائے گا۔) پس آپؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز پر فوراً لبیک کہا اور حضور کے ارشاد کے مطابق اپنی بیٹی کا رشتہ کر دیا۔

خلافتِ ثانیہ کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ

آپؓ کی چچازاد بہن فضل بی بی صاحبہ کے بیٹے مکرم مرزا احمد بیگ صاحب ساہیوال نے بیان کیا ہے جس سے آپؓ کی اطاعت گزاری اور اولوالعزمی نمایاں نظر آتی ہے۔ یہ واقعہ سوانح فضلِ عمرؓ۔ جلد دوم میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) نے درج فرمایا ہے۔ چنانچہ مرزا احمد بیگ صاحب بیان کرتے ہیں:

''ابتدائے خلافت سے ہی حضور (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ناقل) کو احباب کی اصلاح کا شدید خیال تھا۔ چنانچہ میرے ماموں جان حضرت مرزا غلام اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دفعہ فرمایا کہ مرزا صاحب دوستوں کو حقہ چھوڑنے کی تلقین کیا کریں۔ اب درحقیقت ماموں صاحبؓ خود حقہ پیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا بہت اچھا حضور! گھر میں آئے۔ اپنا حقہ جو دیوار کے ساتھ کھڑا تھا اس کا نیچہ ٹوپی وغیرہ توڑ دی۔ ممانی جان نے سمجھا کہ آج شاید حقہ دھوپ میں پڑا رہا ہے اس لئے یہ فعل ناراضگی کا نتیجہ ہے لیکن جب انہوں نے کسی کو بھی کچھ نہ کہا تو ممانی صاحبہ نے پوچھا۔ آج حقے پر کیا ناراضگی آ گئی تھی۔ فرمایا مجھے حضرت صاحب نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کرنے کی تلقین کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اور میں خود حقہ پیتا ہوں۔ اس لئے پہلے اپنے حقے کو توڑا ہے۔ پھر وہ نمازوں کے اوقات میں بھی اور دوسرے وقتوں میں لوگوں کو حقہ چھوڑنے کی تلقین کرتے رہے اور خود مرتے دم تک حقے کو منہ نہ لگایا۔'' (سوانح فضلِ عمرؓ۔ جلد دوم، صفحہ 34-35)

یہ واقعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی اپنے خطبہ جمعہ مورخہ 10 اکتوبر 2003ء میں بیان فرمایا۔ اور یہ حضور کی کتاب ''شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں'' مطبوعہ (2006ء کے صفحہ 230 پر زیرِ عنوان ''اطاعت کے نادر نمونے'' درج ہے۔

وفات

حضرت مرزا غلام اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 65 سال کی عمر میں 18 دسمبر 1917ء کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپؓ کی وفات کے موقع پر روزنامہ الفضل قادیان کے پہلے صفحے

پر مندرجہ ذیل اعلان شائع ہوا:

''نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ مرزا غلام اللہ صاحبؓ جو ایک مخلص اور پکے احمدی تھے۔ 18 دسمبر کو مختصر سی علالت کے بعد فوت ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپؓ قادیان کے باشندے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔ اپنے دل میں سلسلہ سے سچی محبت اور جوش رکھتے تھے۔ اکثر نمازوں اور جمعہ کے دن بیماروں دیگر قسم کے ابتلاؤں وغیرہ میں پھنسے ہوئے احباب اور احمدیت کی اشاعت کے لئے دعاؤں کی تحریک کرتے رہتے تھے۔ احباب ان کا جنازہ غائب پڑھیں۔ اور دعائے مغفرت کریں۔''

(روزنامہ الفضل قادیان۔ 22 دسمبر 1917ء، جلد 5، نمبر 50، صفحہ 1)

تاریخ احمدیت جلد چہارم میں ''1917ء کے متفرق مگر اہم واقعات'' کی شہ سرخی کے تحت تیسرا اہم واقعہ یوں درج ہے:

'' 3۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی دختر حفصہ بیگم اہلیہ مفتی فضل الرحمٰن صاحب اور مرزا غلام اللہ صاحبؓ کا انتقال۔'' (تاریخ احمدیت، جلد چہارم، صفحہ 205، جدید ایڈیشن)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، آپؓ اپنی زندگی میں اکثر ''تائی'' حرمت بی بی صاحبہ کو تبلیغ کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ''بہن! میں تیرا جنازہ نہیں پڑھنا، تسی احمدی نہیں ہو'' (یعنی بہن! میں آپ کا جنازہ نہیں پڑھوں گا کیونکہ آپ احمدی نہیں ہیں۔) لیکن حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ پہلے وفات پا گئے حالانکہ ان سے عمر میں بہت چھوٹے تھے۔ وفات کے وقت تائی صاحبہ آپؓ کے گھر آئیں۔ اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا کر بڑے درد سے کہا: ''دھوکے باز! دھوکہ دے گیا اے ناں!'' مراد یہ تھی کہ تم کہتے تھے کہ میں تمہارا جنازہ نہیں پڑھوں گا مگر بالآخر خود ہی اِس سرائے فانی سے کوچ کر گئے ہو اور اب میں تمہارا جنازہ پڑھوں گی۔

آپؓ کا جنازہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھایا۔ مکرم مرزا مسعود احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''جب دادا جان کی وفات ہوئی، اس وقت سیکرٹری بہشتی مقبرہ ہی وصیت لکھا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دادا جان کی وفات کے موقع پر اس وقت کے سیکرٹری بہشتی مقبرہ حضرت سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ مولوی صاحب! مرزا صاحب کی وصیت ہے؟ جواباً حضرت مولوی سرور شاہ صاحب نے عرض کی کہ حضور! انہوں نے مجھے کہا تھا کہ وصیت لکھ لیں۔ لیکن میں لکھ نہیں سکا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اِن کا کیا قصور ہے پھر؟ اِس طرح حضورؓ نے ان کو بہشتی مقبرہ میں تدفین کی اجازت دے دی۔ اور اِسی لئے ان کا وصیت نمبر نہیں ہے۔''

آخر پر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرزا غلام اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے اور آپؓ کی نسل کو ہمیشہ خلافتِ احمدیہ سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مرزا غلام اللہ صاحبؓ

حضرت مرزا اسلام اللہ صاحبؓ

حضرت مرزا منظور احمد صاحبؓ

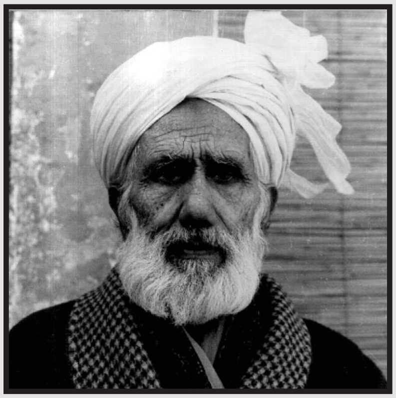

حضرت مرزا برکت علی صاحبؓ

مکرم قریشی عبد اللطیف صاحب

مرزا امام الدین صاحب (معاندِ احمدیت)

افرادِ جماعت دینی علوم میں مہارت حاصل کریں

مکرم خالد محمود شرما صاحب، ایڈیشنل قائد تعلیم انصار اللہ کینیڈا

کہتے ہیں کہ نقل کے لئے عقل چاہئے مگر جس طرح کی نقل ان دنوں ہمارے ہاں چل رہی ہے تو کہنا پڑے گا کہ عقل ہے محوِ تماشائے لب بام ابھی۔ اتفاق سے میں ایک دن پاکستانی ٹی وی ٹاک شو پروگرام دیکھ رہا تھا جس میں پروگرام کے میزبان وزیر تعلیم سے گفتگو فرما رہے تھے اور چیخ چیخ کر وزیر موصوف سے پوچھ رہے تھے کہ امتحانات میں نقل کا رجحان بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور طلباء بڑی دیدہ دلیری سے سرعام نقل لگاتے ہیں ایک ویڈیو میں یہ منظر دیکھا تو واقعتاً عقل گم ہوگئی کہ یہ کیا ہو رہا ہے بچے اپنے موبائل کے واٹس ایپ پر آنے والے سوالات کے جوابات کی تازہ رسد سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ ابھی میں اس انتظار میں ہی تھا کہ کب میری گمشدہ عقل واپس آتی ہے کہ مجھے بھی واٹس ایپ پر ایک بوٹی ملی جس پر ہنسی کے حوالے سے غالب کا ایک شعر مجھے چھیڑنے لگا:

پہلے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

مگر ہنسی کا گم ہو جانا تو حساس ہونے کا نتیجہ ہے۔ تفکر کی نشانی ہے اور سنجیدہ سوچ کی غمازی ہے مگر جہاں اقدار کا بیڑہ غرق ہو گیا ہو اور پوری نسل ہی انحطاط کا شکار ہو وہاں نظام کا بھٹہ تو بیٹھے گا۔ خیر جب وزیر تعلیم جلی کٹی سن کر ذرا سنجیدہ ہوئے تو کہنے لگے سائیں یہ کلچر ہے اب کس کس کو روکا جا سکتا ہے۔

ہماری جماعت میں ذیلی تنظیموں بالخصوص مجلس انصار اللہ کے امتحانات کے حوالہ سے گزشتہ سال خاکسار کا ایک مضمون قیادت تعلیم کے تحت تعلیمی امتحانات کی اہمیت کے عنوان سے روزنامہ الفضل آن لائن مؤرخہ 2 جولائی 2020ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ جو روزنامہ الفضل آن لائن کی ویب سائٹ پر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

مرکزی تعلیمی امتحانات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش یہ تھی کہ افراد جماعت دینی علوم میں مہارت حاصل کریں اور پھر ان کے امتحانات بھی ہوں تا کہ ان کے علمی معیار کا اندازہ لگایا جاتا رہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’چونکہ یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ ہماری اس جماعت میں کم از کم ایک سو آدمی ایسا اہل فضل اور اہلِ کمال ہو کہ اس سلسلہ اور اس دعویٰ کے متعلق جو نشان اور دلائل اور براہین قویہ قطعیہ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں ان سب کا اس کو علم ہو۔ پس ان تمام امور کے لئے یہ قرار پایا ہے کہ اپنی جماعت کے تمام لائق اور اہلِ علم اور زیرک اور دانشمند لوگوں کو اس طرف توجہ دی جائے کہ وہ 24 دسمبر 1901ء تک کتابوں کو دیکھ کر اس امتحان کے لئے تیار ہو جائیں۔ تعطیلوں پر قادیان پہنچ کر امور متذکرہ بالا میں تحریری امتحان دیں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد سوم، صفحہ 429-430)

اسی تناظر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’دسمبر کے آخر میں جو احباب کے واسطے امتحان تجویز ہوا ہے اس کو لوگ معمولی بات خیال نہ کریں اور کوئی اسے معمولی عذر سے نہ ٹال دے۔ یہ ایک بڑی عظیم الشان بات ہے اور چاہئے کہ لوگ اس کے واسطے خاص طور پر اس کی تیاری میں لگ جاویں۔‘‘

(ذکرِ حبیبؑ مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، انصار اللہ ربوہ، صفحہ 288)

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت کو تفقہ فی الدین کی جانب توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ہماری جماعت کو علم دین میں تفقہ پیدا کرنا چاہئے۔... ہمارا مطلب یہ ہے کہ وہ آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی اور ہمارے کلام میں تدبر کریں، قرآنی معارف و حقائق سے آگاہ ہوں۔ اگر کوئی مخالف ان پر اعتراض کرے تو اسے کافی جواب دے سکیں۔ ایک دفعہ جو امتحان لینے کی تجویز کی گئی تھی، بہت ضروری تھی۔ اس کا ضرور بندوبست ہونا چاہئے۔‘‘

(ملفوظات۔ جلد پنجم، صفحہ 211-212)

دینی تعلیم سیکھنے کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کا ایک ارشاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برموقع جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1941ء کی معرکۃ الآراء تقریر میں فرمایا:

’’ان تینوں مجالس کو کوشش کرنی چاہئے کہ ایمان بالغیب ایک میخ کی طرح ہر احمدی کے دل میں اس طرح گڑ جائے کہ اس کا ہر خیال، ہر قول اور ہر عمل اس کے تابع ہو اور یہ ایمان قرآن کریم کے علم کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ فلسفیوں کی جھوٹی اور پرفریب باتوں سے متاثر ہوں اور قرآن کریم کا علم حاصل کرنے سے غافل رہیں وہ ہرگز کوئی کام نہیں کر سکتے۔ پس مجالس انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ کا یہ فرض ہے اور ان کی یہ پالیسی ہونی چاہئے کہ وہ یہ باتیں قوم کے اندر پیدا کریں اور ہر ممکن ذریعہ سے اس کے لئے کوشش کرتے رہیں۔ لیکچروں کے ذریعہ، اسباق کے ذریعہ اور بار بار امتحان لے کر ان باتوں کو دلوں میں راسخ کیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو بار بار پڑھا جائے۔‘‘

(سبیل الرشاد۔ حصہ اول، صفحہ 58-59)

مطالعہ کتب اور امتحانات کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات

مورخہ 5 جولائی 2005ء بروز منگل اراکین نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ کینیڈا کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے میٹنگ کے دوران قائد تعلیم کو ہدایت فرمائی کہ مطالعہ کتب میں اور امتحانات میں مجلس عاملہ کو بھی شامل کریں اور ان سے رپورٹ لیتے رہا کریں کہ کتنے صفحات کا مطالعہ کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے خزانے میں سے حصہ لیتے رہیں۔‘‘ (سبیل الرشاد۔ حصہ چہارم، صفحہ 93)

(باقی صفحہ 33)

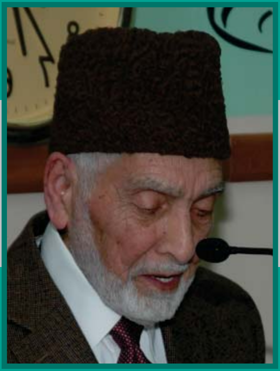

چند یادیں: چند باتیں

مکرم پروفیسر مبارک احمد انصاری صاحب

مجلس انصاراللہ کینیڈا کا دوروزہ سترھواں سالانہ اجتماع مورخہ 21-22 ستمبر 2002ء کو مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو میں منعقد ہوا۔ 21 ستمبر کو دوسرے اجلاس میں ’’بزرگوں سے ملاقات‘‘ کے عنوان سے دو بزرگوں نے اپنی زندگی کے ایمان افروز واقعات اور مشاہدات بیان فرمائے۔ ان میں سے ایک بزرگ جماعت احمدیہ کینیڈا دارالقضاء کے سابق صدر مکرم پروفیسر مبارک احمد انصاری صاحب تھے جنہوں نے اپنی زندگی کے چند ایمان افروز واقعات بیان کئے۔ ان کی صحت کاملہ وعاجلہ اور درازیٔ عمر کے لئے دعا کی درخواست ہے، افادہ عام کے لئے ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

(ایڈیٹر)

میری ہوش کا زمانہ 34-1933ء سے شروع ہوتا ہے جب میری عمر چار پانچ سال تھی۔ اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ ان دنوں میرے والدمحترم قاضی محمد رشید صاحب جماعت احمدیہ راولپنڈی کے امیر جماعت تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راولپنڈی تشریف لائے ان دنوں مقامی جماعت کا ہیڈ کوارٹر جو انجمن کہلاتا تھا۔ عموماً ایسا مکان ہوتا تھا جو کشادہ اور دومنزلہ ہوتا تھا۔ اوپر کی منزل میں امیر جماعت کی رہائش ہوتی تھی اور نچلی منزل میں ایک بڑا کمرہ بطور مسجد استعمال ہوتا تھا۔ جماعت کی میٹنگز بھی اسی کمرہ میں ہوتی تھیں۔ نیچے کی منزل کے دیگر کمرے دوسرے کاموں میں لائے جاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک وقت میں ان کمروں میں تین احمدی نوجوان جو گارڈن کالج میں پڑھتے تھے وہاں مقیم تھے۔ اور میرے والد صاحب ان کے نگران تھے۔ ان میں سے دو کے نام تو مجھے یاد ہیں لیکن تیسرے کا نام یاد نہیں۔ مجھے ان دو کے ناموں کا اس طرح علم ہوا کہ میرے والد صاحب کئی دفعہ انہیں اوپر سے اختر اور جعفر کہہ کر آواز دیا کرتے تھے۔

ان میں سے جعفر جن کا رنگ کچھ گہرا تھا انہیں چیچک نکل آئی تھی اور ہمیں احتیاطاً نیچے جانے سے منع کیا ہوا تھا۔ بہت بعد میں مجھے اپنے والد صاحب سے علم ہوا کہ اختر نامی نوجوان بعد میں جنرل اختر حسین بنے۔ اور جنہیں چیچک نکلی تھی وہ بعد میں اٹک شہر میں ملک جعفر ایڈووکیٹ کے نام سے مشہور ہوئے۔

مؤخر الذکر اختر حسین صاحب کے کزن تھے اور بعد میں بہنوئی بنے افسوس ہے کہ بعد میں یہ جماعت کے سخت مخالف ہوگئے یہاں تک کہ جماعت کے خلاف ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام غالباً ’’احمدیہ تحریک‘‘ تھا۔ یہی صاحب ایک وقت ایسا آیا کہ وفاقی پاکستانی حکومت میں وزیر مذہبی امور بن گئے۔

حضور کو پہلی مرتبہ دیکھنا

میں ذکر کر رہا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راولپنڈی تشریف لائے۔ اور انجمن کے اسی کمرہ میں احباب جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے جس میں نمازیں وغیرہ ادا کی جاتی تھیں۔ یہ مکان مری روڈ پر واقع تھا۔ یہاں میں نے حضورؓ کو پہلی بار دیکھا جس کی دھندلی سی یاد ابھی تک میرے تصور میں باقی ہے۔ اس وقت میری عمر کم وبیش چار سال تھی۔ بعد میں مجھے میری والدہ صاحبہ نے بتایا کہ حضورؓ فرش پر احباب جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ایک ہاتھ سے فرش کا سہارا لیا ہوا تھا کہ تمہیں نیند آگئی اور نیند میں اپنا سر حضور کے اس ہاتھ پر رکھ دیا تمہارے والد صاحب تمہیں اٹھانے لگے تو حضورؓ نے بہت شفقت سے کہا کہ بچہ کو اسی طرح رہنے دو۔ اسی اثناء میں تمہاری آنکھ کھل گئی اور تمہیں تمہارے والد صاحب نے وہاں سے اٹھالیا۔ دوسری دفعہ جو حضورؓ کو دیکھنا مجھے یاد ہے وہ قادیان کا مقام اور 1935ء کے قریب کا زمانہ ہے۔ اور ہوا یوں کہ ایک ہندو دوست جن کا نام غالباً مسٹر چاولہ تھا اور انہوں نے ہوائی جہاز اڑانے کی تربیت لے کر اس کا لائسنس لے رکھا تھا۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہاز میں سیر کی دعوت دی جو حضورؓ نے قبول کرلی۔ اور تاریخ اور وقت طے ہوگیا۔ وقت مقررہ پر حضورؓ اس میدان میں تشریف لائے جہاں سے جہاز نے اڑنا تھا تو خاصی تعداد میں قادیان کے احمدی مرد وعورتیں بچے بھی پہنچ گئے۔ مجھے میرے چچا اپنے ساتھ وہاں لے گئے۔ وہاں بہت ہجوم تھا اور میدان کے چاروں طرف لوگوں نے گھیرا بنا رکھا تھا۔ میرے جیسے چھوٹی عمر کے بچے کے لئے نظارہ کرنا بہت مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ میرے چچا کے درجات بلند فرمائے جنہوں نے مجھے اپنے کندھوں پر بٹھا رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے میں آسانی سے سارا منظر دیکھ سکا۔ جب جہاز زمین پر اترا تو چاولہ صاحب نے جہاز سے نکل کر پیشوائی کی اور حضورؓ کو ساتھ لے کر ہوائی جہاز میں سوار کروادیا۔ اس وقت دور سے جہاز مجھے کچھ یوں لگا جیسے موٹر سائیکل کے ساتھ کوئی سائڈ کار لگی ہوئی ہو۔ جب جہاز چکر لگانے کے بعد فضاء میں بلند ہوا اور ایک طرف کو مڑ کر نظروں سے اوجھل ہوگیا تو میدان میں ایک کہرام سا مچ گیا۔ لوگ زاروقطار رو رہے تھے۔

کچھ دیر بعد جس کا مجھے اندازہ نہیں جہاز پھر نمودار ہوا۔ اور لوگوں کی جان میں جان آئی۔ مجھے اس وقت سمجھ نہیں آرہی تھی کہ لوگ رو کیوں رہے تھے۔ بعد میں میں نے اپنے چچا سے اس بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ لوگ اس لئے رو رہے تھے کہ انہیں حضورؓ سے بہت محبت ہے اور وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ نہ جانے یہ ہندو شخص ہمارے حضورؓ کو کہاں لے گیا ہے۔ اور جہاز کی واپسی سے ان کی تسلی ہوگئی۔ حضورؓ جہاز سے نکل کر واپس اپنے گھر، دفتر یا جہاں بھی جانا تھا تشریف لے گئے۔

قادیان سے دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا جس کا نام تتلہ تھا۔ وہاں سے نہر گزرتی تھی جو مادھو پور کے مقام سے دریائے راوی سے نکالی گئی تھی اور تیزی اور سٹھیالی سے ہوتی ہوئی یہاں آتی تھی۔ اس کا پانی انتہائی خنک تھا اور رنگت میں سیاہی مائل۔ نہر کی ریت موٹی اور اس کا رنگ گہرا سیاہ تھا۔ ریت کے باریک سیاہ ذرات کی موجودگی کی وجہ سے نہر کے پانی کا رنگ سیاہی مائل تھا۔ نہر میں زیادہ دیر ٹھہرنا مشکل ہوتا تھا ورنہ جسم کی قلفی بن جاتی۔ نہر کے اطراف میں واقع کنوؤں کا پانی بہت ٹھنڈا ہوتا تھا۔ پینے کے لئے اسی پانی کو استعمال کیا جاتا تھا۔ قادیان میں تعطیل جمعہ کے روز ہوتی تھی۔ اور ہر مہینہ کی آخری جمعرات کو بھی چھٹی ہوتی تھی۔ اس لئے

گرمیوں کے موسم میں ہر آخری جمعرات کو پکنک منانے لوگ وہاں پہنچ جاتے تھے۔ عموماً گھر سے کھانا تیار کرا کے ساتھ لے جاتے تھے۔ اس پکنک کو وہاں ٹرِپ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

خاکسار جب کچھ بڑا ہوا تو مجھے بھی وہاں جانے کا موقع ملتا رہا۔ دو یا تین مرتبہ حضورؓ کو بھی وہاں اس موقع پر دیکھا۔ حضورؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت دور تک تیرتے ہوئے چلے جاتے۔ بعض اوقات تیراکی کے مقابلے اور پانی کی کھیلیں بھی نہر میں ہوتیں۔ نہر میں نہانے کے لئے جسم پر بار بار تیل ملنا ضروری ہوتا تھا ورنہ ریت کے باریک ذرے مساموں میں داخل ہو کر تکلیف دہ صورت پیدا کر دیتے۔ نہر پر باجماعت نماز کا بھی اہتمام ہوتا تھا۔

وقارِ عمل

جب خدام الاحمدیہ کی ابتداء ہوئی اور وقارِ عمل منائے جانے لگے تو میں نے دو مرتبہ حضورؓ کو وقارِ عمل میں عملی حصہ لیتے بھی دیکھا۔ حضورؓ نے کدال سے مٹی بھی کھودی اور ٹوکری میں بھر کر خاص مقام تک بھی لے گئے اور وہاں مٹی ڈال دی۔

جب حضورؓ وقارِ عمل میں حصہ لے رہے ہوتے تو حضورؓ کو دیکھ کر سب لوگوں میں ایک خاص جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ اور وہ بھی وقارِ عمل میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔

دارالصناعت

حضورؓ کو ہمیشہ یہ خیال رہتا کہ لوگ بیکار نہ رہیں۔ اگر تعلیم حاصل نہ کر سکے ہوں تو کوئی نہ کوئی پیشہ حرفت وغیرہ کا ضرور اپنائیں جس کے ذریعہ روزی کمائیں اس غرض سے حضورؓ نے قادیان میں ایک ادارہ کی بنیاد رکھی جس کا نام ''دارالصناعت'' تجویز کیا۔ یہ ادارہ ایک وسیع وعریض دومنزلہ عمارت میں قائم کیا گیا جو حضرت حکیم فضل الرحمن صاحب مبلغ مغربی افریقہ کی ملکیت تھا۔ اور محلّہ دارالفضل میں واقع احمدیہ فروٹ فارم کے قریب تھا۔ احمدیہ فروٹ فارم کا انتظام قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھا۔ غالباً یہ سب بھائیوں کی مشترکہ ملکیت تھا۔ اس فارم میں قسما قسم کے قلمی آموں کے درخت تھے۔ جن کا پھل ہر سال نیلام ہو کر بڑے بڑے شہروں کو جاتا تھا۔ سنا ہے یہ فارم آج کل حکومت ہند کی ملکیت ہے اور یہاں آموں کی مختلف قسموں پر ریسرچ کی جاتی ہے۔ میرے نانا حضرت مولوی محمد عبداللہ بوتالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے، جب محکمہ نہر کی ملازمت سے ریٹائر ہو کر قادیان آ گئے تو حضورؓ نے ان کو دارالصناعت کے ہوسٹل کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا۔

دارالصناعت میں جن کاموں کو سکھایا جاتا تھا وہ تین تھے۔ ایک شعبہ میں بوٹ سازی کا کام سکھایا جاتا تھا۔ جس کے لئے ایک ماہر کاریگر کو آگرہ یا کانپور سے ٹریننگ دینے کی غرض سے بلایا گیا تھا۔ جن کا نام خوشحالی رام تھا۔ بہت بامذاق آدمی تھے۔ طرز اور رہن سہن پوربیوں والا تھا۔ قدرے نیچے کو جھکی ہوئی بڑی بڑی مونچھیں۔ جسم دبلا پتلا، ناریل کا حقہ یا چلم پیتے تھے۔ چونکہ یہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اس لئے اکثر مجھ سے اپنے بیٹے گھاسی رام کو خط لکھوایا کرتے تھے۔ یہ نام عجیب ہونے کی بنا پر یاد رہا۔ دوسرے شعبہ میں لکڑی کا کام سکھانے کا انتظام تھا۔ اس شعبہ کے انچارج میاں نذیر احمد صاحبؓ تھے جو لکڑی کے بہت اچھے کاریگر تھے۔ جب 1954ء میں ربوہ میں تعلیم الاسلام کالج کی عمارت تعمیر ہوئی تو لیبارٹریوں کی میزیں، فرنیچر اور لکڑی کا دوسرا کام انہی کی زیرنگرانی کیا گیا۔ میاں نذیر احمد صاحبؓ بریمپٹن کے سابق پریذیڈنٹ منور احمد میاں صاحب کے والد محترم تھے۔ دارالصناعت کے لکڑی کے شعبہ میں بڑھئیوں کے عمومی کام کے علاوہ فرنیچر کی تیاری کا کام بھی سکھایا جاتا تھا۔ اور وہاں نہایت اعلیٰ درجہ کا فرنیچر تیار ہوتا تھا۔ جس کی تیاری میں دیار، شیشم اور ساگوان کی لکڑی استعمال کی جاتی تھی۔

تیسرے شعبہ میں لوہے کا کام سکھایا جاتا تھا۔ اور اس کے دو حصے تھے۔ ایک میں عام لوہار کا کام اور دوسرے میں چاقو بنانے سکھائے جاتے تھے۔ چاقوؤں والے حصہ کے انچارج صوفی محمد رفیق صاحب تھے جو فیروزپور کے چاقوؤں کے مشہور کارخانہ مستری چراغ دین اینڈ سنز میں بھی کام کرتے رہے تھے۔ آپ محمد سعید احمد صاحب انجینئر لاہور کے والد محترم اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے اردو کے پروفیسر اور شاعر مبارک احمد عابدؔ صاحب کے چچا تھے۔

اسی دارالصناعت کے ذکر میں ایک واقعہ کا بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اور وہ واقعہ یوں ہے کہ ایک روز جب میں دارالصناعت میں گیا تو وہاں میں نے سرخ و سفید ایک خوش شکل لڑکے کو دیکھا جو مجھ سے تین چار سال بڑا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بہت عمدہ قطع کا لباس پہن رکھا تھا جو اس پر بہت جچ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کی انگلی سے خون بہہ رہا تھا جس کو بند کرنے کے لئے دوسرے ہاتھ سے دبا رکھا تھا۔ زخم کی وجہ کوئی تیز دھار آلہ تھا کسی نے اس سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اس نے عجیب لہجہ میں جواب دیا کہ ''انگل وڈھی گئی'' مجھے اس کا لہجہ بہت عجیب لگا جو اس کی شکل اور لباس سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ میں کبھی اس کے چہرہ اور لباس کی طرف دیکھتا اور کبھی اس کے لہجہ کی طرف توجہ دیتا۔ مجھے دونوں میں کوئی مطابقت نہ دکھائی دی۔ مجھے اس وقت تو کچھ علم نہ تھا کہ یہ لڑکا کون ہے البتہ یہ راز مجھ پر بہت بعد میں اس وقت کھلا جب پارٹیشن کے بعد میں تعلیم الاسلام کالج لاہور میں تعلیم پا رہا تھا اور ایک روز ہمارے کالج میں محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب جو اس وقت گورنمنٹ کالج لاہور میں ریاضی کے شعبہ کے صدر تھے ایک لیکچر دینے تشریف لائے۔ انہیں دیکھتے ہی مجھے احساس ہوا کہ یہ تو وہی لڑکا ہے جس نے کہا تھا ''انگل وڈھی گئی''۔ بعد میں اس بات کا بھی علم ہوا کہ محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب، حکیم فضل الرحمن صاحب کے بھانجے ہیں جن کی ملکیتی عمارت میں دارالصناعت قائم کیا گیا تھا۔

میں نے دوسری اور تیسری جماعت قادیان سے پاس کی۔ چوتھی اور پانچویں جماعت فیروزپور سے اور پھر چھٹی جماعت میں قادیان آ گیا۔ جب داخلہ کی غرض سے میں اپنے والد صاحب کے ساتھ ہیڈ ماسٹر صاحب کے کمرہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں ہیڈ ماسٹر حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ جو بعد میں تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل اور پھر خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ ہوئے، موجود تھے۔ جنہوں نے مجھے داخلہ دیا۔ غالباً اس وقت وہ وہاں قائمقام ہیڈ ماسٹر کے طور پر کام کر رہے تھے۔ کچھ عرصہ بعد سکول کے اصل ہیڈ ماسٹر حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بھٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا شمار 313 صحابہ میں ہوتا ہے، نے ہیڈ ماسٹر کا چارج لے لیا۔ اور اپنی ریٹائرمنٹ تک وہاں ہیڈ ماسٹر رہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اور وقفِ زندگی کی تحریک

مسجد اقصیٰ قادیان میں جس جمعہ کے خطبہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان کیا۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں بھی اس جمعہ میں وہاں حاضر تھا اور میں نے یہ خطبہ سنا۔ اس خطبہ جمعہ میں آپؓ نے جہاں اور باتیں بیان کیں وہاں نوجوانوں کو وقفِ زندگی کی تحریک بھی کی۔ جس کے بعد آنے والے دنوں میں زندگی وقف کرنے والوں کا ایک تانتا سا بندھ گیا۔ سکول کی سنیئر کلاسوں کے بہت سے طلباء نے اپنے آپ کو وقفِ زندگی کے لئے پیش کیا۔ زندگی وقف کرنے والوں کی فہرستیں اخبار الفضل میں شائع ہونی شروع ہوئیں۔ میرے اندر بھی وقف کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور میں نے بھی معاہدہ وقفِ زندگی کا فارم حاصل کیا۔ لیکن جب غور سے اس کا مطالعہ کیا تو مجھے اس کی شرائط بہت سخت لگیں اور میں کچھ ڈر گیا اور وقف کرنے کا حوصلہ نہ

ہوا۔اس کی ایک دوسری وجہ یہ بھی ہوئی کہ میرے علم میں آیا کہ بعض لوگ جنہوں نے وقف کیا تھا لیکن بعد میں کسی وجہ سے اس پر قائم نہ رہ سکے تو ان میں سے بعض کو اخراج از جماعت اور بعض کو مقاطعہ کی سزا دی گئی۔اس دوران میرے والد صاحب اور میرے اساتذہ نے بھی مجھے تحریک کی لیکن میں نے وقف نہ کیا۔اس تمام عرصہ میں میرا نفس مجھے ملامت کرتا رہا۔اور مجھے دعا کا موقع ملا آخر کار محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا انشراح صدر ہو گیا اور میرے دل نے کہا کہ تم نے وقف کسی دفتر کے لئے نہیں کرنا نہ ہی جماعت کے لئے کرنا ہے اور نہ ہی خلیفہ وقت کے لئے کرنا ہے اگر کرنا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرنا ہے۔ مجھے اس خیال سے بہت تقویت ملی اور میں نے وقف کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس غرض سے تحریک جدید کے دفتر میں پہنچ گیا۔وہاں دفتر تحریک جدید کے انچارج میرے ماموں مکرم مولوی عبدالرحمٰن انور صاحب تھے جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پرائیویٹ سیکریٹری ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ان کی طبیعت میں صاف گوئی بہت تھی اور جس چیز کو صحیح سمجھتے تھے اس کا برملا اظہار کرنے سے نہیں گھبراتے تھے۔جب میں نے ان سے فارم مانگا تو مجھ سے یہ فرمایا کہ یہ نہ سمجھنا کہ یہاں ماموں موجود ہے فیصلہ اچھی طرح سوچ کر کرو۔میں نے کہا کہ خوب اچھی طرح سوچنے کے بعد ہی یہاں آیا ہوں اور یہ تاخیر بھی اسی وجہ سے ہوئی ہے یہ سن کر کہا الحمدللہ اور فارم مجھے دے دیا جو مکمل کرنے کے بعد میں نے جمع کروا دیا۔

میرا یہ خیال تھا کہ میں نے وقف کرنے میں بہت زیادہ تاخیر کی تھی لیکن بارہ تیرہ سال قبل کسی اور تعلق میں میرے علم میں یہ بات آئی کہ تاخیر میں دو تین ماہ سے زیادہ عرصہ نہیں لگا۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ واقفین کے ریکارڈ کا جو رجسٹر دفتر وکیل الدیوان میں موجود ہے اس میں میرا نمبر 45 ہے۔اس کے علاوہ یہ بھی مشاہدہ کیا کہ میری کلاس کے جتنے لڑکوں نے وقف کیا تھا بعد میں کوئی بھی عملی میدان میں نہ آسکا۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ

تعلیم الاسلام کالج کی لاہور سے ربوہ منتقلی

میرے والد صاحب حضرت قاضی محمد رشید رحمہ اللہ علیہ جب حکومت کے محکمہ آرڈیننس سے بطور سویلین گزیٹڈ آفیسر 1952ء میں ریٹائر ہوئے تو اپنی زندگی وقف کے لئے پیش کی۔ جسے حضورؓ نے قبول فرمایا۔اور انہیں دفتر تحریک جدید میں بطور وکیل المال ثالث تعینات کیا ان سے پہلے دو وکیل المال پہلے سے موجود تھے۔ جن میں وکیل المال اول کا تعلق دفتر اول کے ساتھ تھا اور وکیل المال ثانی کے ذمہ دفتر دوم تھا۔وکیل المال ثالث کے ذمہ بجٹ اور اس سے متعلقہ امور مقرر ہوئے۔مکرم پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب اور مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین صاحب نے ابتدائی تربیت کچھ عرصہ میرے والد صاحب سے حاصل کی۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ

1954ء میں گرمیوں کی چھٹیوں کے بعد تعلیم الاسلام کالج لاہور سے ربوہ میں منتقل ہو گیا۔کیوں کہ کالج کا الحاق پنجاب یونیورسٹی لاہور سے تھا اس لئے اس کے لاہور سے ربوہ منتقل ہونے کی وجہ سے الحاق کی تجدید ضروری تھی اور صدر انجمن احمدیہ نے اس سلسلہ میں پنجاب یونیورسٹی میں درخواست بھجوائی۔یونیورسٹی نے ایک کمیشن مقرر کیا جو کالج کے معائنہ کے لئے ربوہ آیا۔جس نے یونیورسٹی سے مشروط طور پر اس کالج کے الحاق کی سفارش کی جس میں دوسری بعض شرائط کے ساتھ ایک شرط یہ بھی رکھی کہ کالج کے سائنس کے اساتذہ میں ایک ایک استاد کی ایزادی کی جائے۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کالج کی بہبود میں خاص دلچسپی لیتے تھے۔ان کا ایک اصول یہ بھی تھا کہ حتی الوسع یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہونے والے تازہ افراد میں سے استاد رکھے جائیں۔اس وقت ربوہ میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بھی موجود تھی اور اس میں کیمسٹری کے مضمون سے تعلق رکھنے والے پانچ افراد بھی موجود تھے جن کے پاس ایم ایس سی کی ڈگری تھی۔مگر حضورؓ نے مناسب نہ جانا کہ ان میں سے کسی ایک کو کالج میں رکھا جائے۔بلکہ فیصلہ کیا کہ کوئی ایسا استاد رکھا جائے جس نے اسی سال ایم ایس سی کی ہو۔خوش قسمتی سے میں نے اسی سال ہی ایم ایس سی کی تھی۔ان ہی دنوں ایک روز میرے والد صاحب جب دفتری امور کے سلسلہ میں حضورؓ سے ملے تو حضورؓ سے یہ بھی عرض کیا کہ میرا بیٹا جس نے زندگی وقف کی ہوئی ہے وہ ایم ایس سی کر چکا ہے۔حضورؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ ہمیں تو کیمسٹری پڑھانے کے لئے ایک ایم ایس سی کی بہت ضرورت ہے۔آپ اپنے بیٹے کو میرے پاس بھجوا دیں۔میرے والد صاحب نے حامی بھر لی۔میری صورت حال کچھ یوں تھی کہ میں نے کیمیکل ٹیکنالوجی میں ایم ایس کی تھی جو ٹیچنگ بھی کر سکتے تھے اور انڈسٹریز میں بھی کام کرنے کے اہل تھے۔لیکن ان کے لئے یہ ضروری تھا کہ انہوں نے کسی انڈسٹری میں کم از کم دو ماہ کام کیا ہو۔ورنہ انہیں ڈگری نہیں عطا ہوتی تھی۔اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے میں ان دنوں سٹار ویجی ٹیبل اینڈ گھی فیکٹری میں زیر تربیت تھا۔خدا کا کرنا یوں ہوا کہ فیکٹری اچانک سالانہ بوائلر انسپکشن کے لئے بند ہو گئی۔ میرا دل لاہور میں کبھی بھی نہیں لگا تھا اس لئے جونہی فیکٹری بند ہوئی میں فوراً ماڑی انڈس میں سوار ہو کر رات بارہ بجے کے قریب ربوہ پہنچ گیا۔سٹیشن سے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو والد صاحب نے دروازہ کھولا۔والد صاحب نے بتایا کہ وہ ابھی تک سوئے نہیں تھے کیوں کہ وہ بہت پریشان تھے۔اور پریشانی کی وجہ ان کا یہ وعدہ تھا کہ وہ صبح مجھے حضورؓ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔اور ایسا کرنا تقریباً ناممکن تھا۔اگر کسی آدمی کو بھی پیغام دینے کے لئے بھجواتے تب بھی صبح تک میرا آنا ممکن نہ تھا۔اور ان کو تو اس بات کا علم ہی نہیں تھا کہ لاہور میں میں کہاں مل سکوں گا میری رہائش کہاں ہے۔اسی پریشانی کی وجہ سے انہیں نیند نہیں آرہی تھی اور وہ اس مسئلہ کے حل ہونے کے لئے دعا میں مصروف تھے کہ اللہ نے ان کی دعا کو قبول کرتے ہوئے میری ربوہ آنے کی یہ صورت نکالی اور میں غیر متوقع طور پر ربوہ پہنچ گیا۔ اگلی صبح میں حضورؓ سے ملاقات کے لئے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں پہنچ گیا اور ملاقات کے لئے نام لکھوا دیا جو منظور ہو گیا اور جلد ہی ملاقات کا انتظام ہو گیا اسلام علیکم اور مصافحہ کے بعد حضورؓ نے بیٹھنے کو کہا اور میں تعمیل میں بیٹھ گیا حضورؓ نے جو پہلا سوال مجھ سے کیا وہ یہ تھا کہ کیا آپ کو پڑھانے کا شوق ہے؟ چونکہ میرا طبعی میلان اس پیشہ سے نہیں تھا میں نے جواباً عرض کیا کہ حضور مجھے پڑھانے کا شوق تو نہیں ہے۔میرے اس غیر متوقع جواب کو سن کر حضورؓ خاموش ہو گئے اور کافی دیر تک خاموش ہی رہے۔میں بھی شرمندگی کی وجہ سے خاموش ہی تھا اور یہ خاموشی مجھ پر بہت دوبھر ہو رہی تھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اور کیا کہوں میرا سر جھکا ہوا تھا اور میں کنکھیوں سے کبھی کبھی حضورؓ کو دیکھ لیتا تھا۔مجھے ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ کافی لمبے عرصہ تک یہ کیفیت رہی کہ میرے کانوں میں حضور کی آواز آئی جو مجھ سے دوسرا سوال کر رہے تھے۔اور وہ سوال یہ تھا کہ اگر آپ کو پڑھانے کے کام پر لگا دیا جائے تو کیا اس کام میں شوق پیدا کریں گے؟ حضورؓ کے اس سوال سے میری جان میں جان آئی۔میں نے عرض کیا کہ ان شاءاللہ تعالیٰ یہ شوق پیدا کروں گا۔اس پر حضور نے فرمایا کہ کالج میں جا کر حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ سے ملوں اور ہدایات حاصل کروں۔(حضور کے الفاظ تو صرف ناصر احمد تھے لیکن ادب کی خاطر خاکسار نے حضرت مرزا اور صاحب کے الفاظ زائد کئے ہیں۔) حضورؓ کے دوسرے سوال کے بعد یعنی کیا میں اس کام میں شوق پیدا کروں گا بجلی کی طرح میرا ذہن رسالہ سبز اشتہار کے ان الفاظ کہ 'وہ سخت ذہین اور فہیم ہوگا۔اور وہ علوم ظاہری اور باطنی

سے پُر کیا جائے گا' کی طرف گیا کہ کیسے حضورؓ نے ایسا سوال کیا کہ جس کا جواب ہاں کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اور یہ حضورؓ کے ذہین اور فہیم ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کے بعد کالج میں میری تعیناتی ہوگئی وہاں میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ جو عہد میں نے حضورؓ سے کیا تھا، اسے پورا کروں اور اس پڑھانے کے کام میں شوق پیدا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت فضل کیا اور میری بہت مدد کی۔ مجھے تعلیم الاسلام کالج میں 35 سال کے قریب پڑھانے کا موقع ملا۔ اس وقت میرے شاگرد دنیا کے بہت سے ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں مجھے ان سے محبت ہے اور وہ بھی مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔

فالحمدللہ علی ذالک۔

راولپنڈی کے تعلق میں ایک ایمان افروز واقعہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے مکرم میجر عبدالحمید صاحب سابق مبلغ امریکہ و جاپان 1930ء کی دہائی میں احمدی ہوئے۔ اور اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے والد بھی مخالف تھے۔ میجر صاحب ان دنوں راجہ عبدالحمید کہلاتے تھے اور کسی سول محکمہ میں معمولی کلرک تھے۔ ایک دفعہ کشمیر سے واپس قادیان جاتے ہوئے حضرت مولوی شیر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راولپنڈی میں رکے تو راجہ صاحب نے ان کی دعوت کا انتظام کیا۔ میرے والد صاحب کو بھی دعوت میں مدعو کیا ان کا خیال تھا کہ شاید حضرت مولوی صاحبؓ کی بات سے وہ (یعنی) آپ کے والد متاثر ہوں اور مخالفت میں کمی آجائے اور پھر احمدیت قبول کرنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کا تعارف دعوت میں یہ کہہ کر کرایا گیا تھا کہ یہ مولوی شیر علی صاحبؓ بی اے ہیں اور انگلینڈ ریٹرنڈ ہیں۔ ان دنوں کوئی کوئی ہی گریجوایٹ ہوتا تھا اور کسی کا انگلینڈ ریٹرنڈ ہونا بھی کافی اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ لیکن حضرت مولوی صاحبؓ نے ان کے والد صاحب کے ساتھ اس دوران کوئی بھی بات نہ کی۔ بعد میں مکرم راجہ صاحب نے ہمارے والد صاحب سے اس بات کا شکوہ کیا کہ میں نے تو مشکل سے رقم مہیا کر کے دعوت کا انتظام کیا تھا لیکن حضرت مولوی صاحبؓ نے میرے والد صاحب کو احمدیت کے بارہ میں کچھ نہ سمجھایا۔ میرے والد صاحب نے انہیں تسلی دی کہ بعض اوقات بات وہ کام نہیں کرتی جو صالح کی صحبت کر جاتی ہے اور واقعتاً ایسا ہی ہوا ان کے والد صاحب نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص تعلیم کے لحاظ سے بی۔ اے ہے اور انگلینڈ میں بھی رہ چکا ہے اور لباس کے لحاظ سے بہت سادہ ہے اور احمدی ہے تو ضرور احمدیت میں کچھ بات ضرور ہے کہ اس نے قبول کی اور اس کے بعد جب انہوں نے سلسلہ کی کتب کا مطالعہ شروع کیا تو رفتہ رفتہ احمدیت کی صداقت ان پر ظاہر ہوگئی۔ اور انہیں بیعت کی بھی توفیق ملی اور وصیت بھی کی اور وفات کے بعد بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔

اب آخر میں چندہ تحریک جدید کی ابتداء اور اس میں شمولیت کے بارہ میں عرض کر کے اپنے اس بیان کو ختم کروں گا۔ 1934ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریک جدید کی ابتداء کی اور جماعت سے انیس (19) مطالبات کئے اور اس کے ساتھ ہی اس کام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے چندہ کی تحریک بھی کی جس کی کم سے کم مقدار پانچ روپے مقرر کی۔ میری بڑی بہن اور میرے پاس لکڑی کے بنے ہوئے غلے یعنی Money Box تھے جن میں ہم نقدی جمع کیا کرتے تھے۔ ہمارے والد صاحب نے ہم دونوں کو بھی تحریک جدید کے چندہ میں شامل ہونے کی تحریک کی اور کہا کہ تم بھی اپنے غلوں کی رقم نکال کر چندہ دو۔ چنانچہ ہم دونوں نے اپنے غلے توڑ کر رقم نکالی اور گنا تو دونوں کے پاس پانچ پانچ روپے سے کچھ کم رقم نکلی۔ والد صاحب نے باقی رقم اپنے پاس سے ڈال کر ہمیں بھی تحریک جدید کے دفتر اول میں شمولیت کی سعادت کا موقع فراہم کیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

وآخر دعوانا عن الحمدللہ رب العالمین

اے مرے مشکل کشا!

مکرم ابو بلال صاحب

اے مرے مشکل کشا! میرے خدا! حاجت برار!
فضل کا سایہ ہو مجھ پر میں ہوا زار و نزار

رحم کا ہوں منتظر، ہے تیری بخشش پر نظر
گر نہ ہو تیری عنایت کچھ نہ ہو میرا شمار

سر سے پا تک میں گناہوں میں ہوں ڈوبا اے خدا!
تیری ستاری و بخشش پر ہے میرا انحصار

ٹھوکریں کھاتا ہوں، پھر آتا ہوں تیرے در پہ میں
تیرے در کو چھوڑ کر جاؤں کہاں اے کردگار!

دست شفقت رکھ دے مولا! میرے سر پر ایک بار
دین و دنیا میں ہو جاؤں کامیاب و کامگار

دل مرا آزاد کر دنیا کی حرص و آز سے
جلوۂ نورِ ازل ہو میرے دل پر ایک بار

معلومات درکار ہیں

میرے والد محترم ڈاکٹر محمد احتشام الحق صاحب مرحوم واقفِ زندگی سابق امیر جماعت محمد آباد اسٹیٹ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کی تعمیل میں علی گڑھ سے 1940ء میں سندھ گئے۔ اُس وقت تحریک جدید کے لئے زمینیں خریدی جارہی تھیں۔ اور تادم حیات محمد آباد سٹیٹ سندھ میں قیام پذیر رہے اور 13 مارچ 1993ء میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہیں۔ میں اپنے ابا جان کے حالات زندگی، واقعات وغیرہ پر مشتمل کتاب شائع کرنا چاہتی ہوں۔

1940ء۔ 1993ء کے دوران سندھ کی زمینوں پر وقتاً فوقتاً مختلف مینیجر حضرات، مربیان سلسلہ اور دیگر واقفین زندگی خدمات بجالاتے رہے ہیں۔ اسی طرح بعض زمیندار احمدی اور دیگر احباب کا بھی علاج معالجہ کی غرض سے میرے ابا جان سے ملنا جلنا رہا ہے۔

احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ میرے ابا جان کے بارہ میں آپ کے پاس جو بھی معلومات ہوں از راہ کرم بذریعہ تحریر، آڈیو فائل یا براہِ راست رابطہ کر کے خاکسارہ تک پہنچا دیں۔ اور اپنا مختصر تعارف مع رنگین تصویر بھی jpeg format میں ارسال فرمائیں۔ اس اہم کام میں علمی اور عملی معاونت پر میں آپ کی بے حد شکر گزار اور ممنون احسان ہوں گی۔ درج ذیل سے رابطہ فرمائیں۔

☆ طاہرہ ہادی سابق ایڈیٹر مجلّہ النساء لجنہ اماء اللہ کینیڈا

ای میل: hadi.tahira@gmail.com

فون یا واٹس ایپ: +647 524 7777

☆ ہدایت اللہ ہادی ایڈیٹر احمدیہ گزٹ کینیڈا

ای میل: hhsayyed@gmail.com

فون یا واٹس ایپ: +647 713 4234

جزاکم اللہ احسن الجزا

طاہرہ ہادی

55 Ferdinand Avenue

Maple, Ontario, L6A 2Z3 Canada

محترم ڈاکٹر احتشام الحق صاحب مرحوم

مکرم ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب انچارج ٹرکش ڈیسک لندن

جب میں بہت چھوٹا تھا، میرے بچپن کا کچھ حصہ پنجاب اور کراچی میں گزرا۔لیکن جب میں شعور کی عمر کو پہنچا تو اس کے بعد میرے بچپن کا زمانہ زیادہ تر محمد آباد اسٹیٹ سندھ میں گزرا۔خاکسار نے پرائمری تعلیم زیادہ تر وہیں سے حاصل کی۔

وہاں ہمارے پہلے استاد مکرم ماسٹر مولا بخش مرحوم تھے جن کے بڑے صاحبزادے مولانا منیر احمد عارف صاحب مبلغ سلسلہ اور استاذ الجامعہ تھے۔ چھوٹے بیٹے مکرم ڈاکٹر محمود احمد طاہر صاحب سیکرٹری امور عامہ جرمنی ہیں۔مکرم ماسٹر مولا بخش مرحوم بہت نفیس طبع انسان تھے۔اور گلاب اور چنبیلی کے پھولوں کے دلدادہ تھے۔ مرحوم نے بچپن میں ہمیں آنحضور ﷺ کے حالاتِ زندگی اتنے دلکش پیرائے میں سنائے کہ وہ ہمارے ذہنوں میں نقش ہو گئے اور دلوں میں آنحضور ﷺ کی محبت کا بیج بو دیا گیا۔ اللھم اغفر له وارفع درجاته فی الجنه.

آپ کے بعد ہمارے سکول میں ایک اور استاد متعین ہوئے جن کا اسم گرامی مکرم مولوی غلام حیدر صاحب تھا۔آپ بہت شفیق، دعا گو اور مخلص انسان تھے۔ ہم نے سنا تھا کہ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا اور یونیورسٹی میں اول پوزیشن حاصل کی تھی۔لیکن ہم ادب کی وجہ سے اس بارہ میں براہ راست آپ سے استفسار نہیں کر سکے۔البتہ یہ ضرور ہے کہ آپ کے پاس احادیث مبارکہ کی کتب اور دیگر دینی کتب، نیز کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور کتب سلسلہ موجود تھیں۔ ایک دفعہ ایک غیر از جماعت عالم دین آپ سے حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے محمد آباد اسٹیٹ آیا اور کچھ عرصہ آپ سے خصوصی اسباق لیتا رہا۔آپ نے سکول میں ہمیں پہلے سپارہ کا ترجمہ بہت عمدگی سے پڑھایا۔جب میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوا تو میں نے فارم میں لکھا کہ میں صرف پہلے سپارہ کا ترجمہ جانتا ہوں۔جب میرا انٹرویو ہوا اور مجھ سے مختلف آیات کا ترجمہ دریافت کیا گیا تو میں نے جو جوابات دیئے ان کی بنا پر یہ لکھ دیا گیا کہ قریباً سارے قرآن مجید کا ترجمہ مجھے آتا ہے۔یہ تمام حضرت مولوی غلام حیدر صاحب کی ہی محنت کا کارنامہ تھا کہ آپ نے بظاہر تو صرف ایک سپارے کا ترجمہ ہمیں سکھایا تھا۔لیکن ایسے عمدہ طور پر سکھایا تھا کہ قریباً سارے قرآن مجید کا ترجمہ ہمیں، یا کم از کم خاکسار کو یاد ہو گیا۔ جب میں نے جامعہ احمدیہ میں داخل ہو کر عربی زبان کی تعلیم حاصل کی تو میں حضرت مولوی غلام حیدر صاحب کو عربی زبان میں خط لکھا کرتا تھا اور عربی زبان میں ہی مجھے جواب دیا کرتے تھے۔ بعد میں جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقفِ جدید کا اعلان کیا تو مولوی صاحب موصوف نے اپنے آپ کو اس غرض کے لئے پیش کر دیا اور معلم وقفِ جدید بن کر باندھی ضلع نواب شاہ منتقل ہو گئے۔

اس زمانہ میں مکرم چوہدری غلام احمد عطا صاحب اسٹنٹ ایجنٹ تھے۔آپ نے ایم ایس سی اگریکلچر کی تعلیم حاصل کی ہوئی تھی اور ہم نے سنا تھا کہ آپ ایم ایس سی کے امتحان میں اول آئے تھے۔لیکن بچپن میں ہم اس بات کی تصدیق نہیں کروا سکے۔مکرم چوہدری صاحب بہت ہی بارعب، خوش شکل اور شیریں مزاج انسان تھے۔ جماعتی اموال کا آپ کو بے حد درد تھا۔ مجھے یاد ہے کپاس سے لدی ہوئی بیل گاڑیوں کے گزرنے سے کچھ کپاس سڑکوں کے کنارے موجود جھاڑیوں سے چمٹ جایا کرتی تھی۔مکرم چوہدری عطا صاحب اپنے ہاتھ سے جھاڑیوں سے چمٹی کپاس کو جمع کیا کرتے تھے۔

ہمارے بچپن میں محمد آباد اسٹیٹ میں بہت سی قابل ذکر شخصیات تھیں لیکن خاکسار اس وقت زیادہ تر مکرم ڈاکٹر احتشام الحق صاحب بھاگل پوری کا ذکر کرنا چاہتا ہے۔آپ صرف ہمارے گاؤں محمد آباد اسٹیٹ کے ہی نہیں اِردگرد کے متعدد دیہات کے بھی روحِ رواں تھے۔ آپ نے علی گڑھ یونیورسٹی سے میڈیکل کا کوئی کورس کیا ہوا تھا۔اس کے بارہ میں آپ نے مندرجہ ذیل دلچسپ واقعہ ہمیں سنایا:

مکرم ڈاکٹر صاحب کہنے لگے کہ میں کھلنڈرا سا طالب علم تھا۔ کھیل کود میں وقت گزار دیا۔امتحان میں صرف تین دن رہ گئے۔ ایک دن ایک پروفیسر صاحب نے مجھے امتحان کی تیاری کے بارہ میں دریافت کیا تو میں نے کہا کہ تیاری تو کوئی نہیں کی۔امتحان میں صرف تین دن باقی ہیں۔اب امتحان کی تیاری کرنا تو مشکل ہے۔ یہ سال تو ایسے ہی گزر جائے گا۔اگلے سال امتحان دوں گا۔تین دن میں کیا ہو سکتا ہے۔اس پر پروفیسر صاحب نے کہا۔

Kingdoms can be Conquered in three days

یعنی تین دن میں تو کئی بادشاہتیں فتح کی جا سکتی ہیں۔پروفیسر صاحب کی اس بات نے مجھے حوصلہ دیا۔گرمیوں کے ایام تھے۔میں نے سوچا کہ علی گڑھ ریلوے اسٹیشن کا ویٹنگ روم سب سے پُرسکون جگہ ہے۔چنانچہ میں نے وہاں جا کر امتحان کی تیاری شروع کر دی۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ امتحان میں کامیاب ہو گیا۔خاکسار نے استفسار کیا کہ کیا ریلوے کے ذمہ داران افسران آپ سے پوچھتے نہیں تھے کہ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے طلباء کا اس زمانہ میں بہت رعب و دبدبہ تھا۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ کسی طالب علم سے پوچھے کہ کس کی اجازت سے ویٹنگ روم میں بیٹھے ہوئے ہو؟

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔مکرم ڈاکٹر صاحب ہمارے علاقہ کی روحِ رواں تھے۔اس زمانہ میں اردگرد کے بیس تیس میل کے علاقہ میں آپ کے سوا کوئی اور ڈاکٹر نہیں تھا۔لوگ دور دور سے بیل گاڑی پر مریض آپ کے پاس لاتے اور آپ ان کا علاج کرتے۔ بعض اوقات آپ گھوڑے پر سوار ہو کر خود دور دراز کے مریضوں تک پہنچتے اور ان کا علاج کرتے۔ ایک دفعہ قریباً آدھی رات کو میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور ہمارے میاں جی سے باتیں کر رہے ہیں۔خاکسار نے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ ایک مریض کئی میل دور ہے۔اس کی خیریت دریافت کرنے جا رہا ہوں میں چھوٹا تھا۔میرے منہ سے نکلا کہ ڈاکٹر صاحب اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو میں آدھی رات کے وقت کہیں نہ جاتا۔ڈاکٹر صاحب یوں گویا ہوئے۔

بیٹا! خدا تمہیں کبھی بھی (میڈیکل) ڈاکٹر نہ بنائے۔وہ بھی کوئی

ڈاکٹر ہے کہ مریض مرتا رہے اور ڈاکٹر سویا رہے۔

یہ تھا ڈاکٹر صاحب کی ہمدردیٔ خلق کا جذبہ! آپ کو اپنے آرام سے زیادہ مریضوں کا فکر رہتا تھا۔ آپ ہر خاندان کے ایک ایک فرد کی طرح تھے۔ محمد آباد اسٹیٹ میں تو کوئی شخص بیمار ہوجاتا تو مکرم ڈاکٹر صاحب دن میں کئی دفعہ اس کی خیریت دریافت کرنے کے لئے اس کے گھر جاتے۔ اور لمبا عرصہ اس کے قریب بیٹھے رہتے اور اسے تسلی دیتے رہتے۔

گرمیوں کے ایام میں گاؤں کے نوجوان چاندنی رات میں مختلف کھیلیں کھیلا کرتے تھے۔ بعض اوقات کھیلتے کھیلتے نوجوان ایک دم بھاگ جاتے اور صرف چند نوجوان میدان میں رہ جاتے۔ اس وقت پتہ لگتا کہ ڈاکٹر صاحب آ گئے ہیں۔ آپ بظاہر غصہ سے بولتے کہ اتنی دیر تک یہاں کیا کر رہے ہو؟ لیکن آپ ایک شفیق انسان تھے اور دل کی گہرائی سے بچوں اور نوجوانوں سے پیار کرتے تھے۔ اگر آپ کسی وجہ سے ڈانٹتے بھی تھے تو کوئی برا نہیں مناتا تھا۔ سب کو پتہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب دلی ہمدردی رکھنے والے نیک، صالح، بزرگ ہیں اور ان کی ڈانٹ بھی شفقت پر مبنی ہوتی ہے اور آپ ہمیشہ بچوں کی بھلائی چاہتے ہیں۔

مکرم ڈاکٹر احتشام الحق علی گڑھ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ تھے۔ پاکستان ٹائمز کا مطالعہ کیا کرتے۔ اور کبھی کبھی گاؤں کے دیگر اہلِ علم اور انگریزدان احباب کے ساتھ کسی انگریزی لفظ پر تبادلہ خیال بھی کیا کرتے تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کے داماد مکرم میاں عبدالرحیم احمد صاحب کے ساتھ آپ کے قریبی اور گہرے برادرانہ تعلقات تھے۔ مکرم میاں عبدالرحیم احمد وکیل الزراعت تھے۔ اور ڈاکٹر صاحب ایک واقفِ زندگی ڈاکٹر ہونے اور محمد آباد اسٹیٹ میں کام کرنے کی وجہ سے، مکرم میاں صاحب کے ماتحت تھے۔ لیکن یہ چیز ان کی باہم محبت میں کبھی بھی مخل نہیں ہوئی۔ ایک دفعہ مکرم میاں عبدالرحیم احمد صاحب نے اپنی اچکن مکرم ڈاکٹر صاحب کو تحفۃً پیش کی جسے مکرم ڈاکٹر صاحب نے تبرک سمجھ کر لے لیا۔ ایک دفعہ مکرم میاں صاحب نے محمد آباد اسٹیٹ سندھ جماعتی دورہ پر تشریف لائے تو مکرم ڈاکٹر صاحب نے ایک خاص حلوہ تیار کرا کے مکرم میاں صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے ہمیں بتایا کہ ایک دفعہ کسی حکومت کے دور میں ہماری جماعت کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی تو میں نے ایک خط، اُس وقت کے وزیر اعظم پاکستان کو لکھا اور اُسے کہا کہ خدا تعالیٰ ظالموں کو ہمیشہ سزا دیا کرتا ہے۔ خط لکھ کر پوسٹ کرنے لگا تو مجھے خیال آیا کہ یہ تو امام وقت سے آگے قدم رکھنے والی بات ہے۔ یہ سوچ کر میں نے خط پھاڑ دیا۔ چند دن کے بعد اطلاع آئی کہ وزیر اعظم کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ اگر میں خط پوسٹ کر دیتا تو میری گرفتاری یقینی تھی۔ لیکن آنحضور ﷺ کی حدیث مبارکہ اَلْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَ يُتَّقٰى بِهٖ پر عمل کرنے کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے مجھے ایک شدید مشکل میں گرفتار ہونے سے محفوظ رکھا۔

ڈاکٹر صاحب نے ایک واقعہ سنایا جو مجھے آج تک یاد ہے۔ اِس واقعہ میں بھی بھلائی کا ایک سبق موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جو واقعہ سنایا وہ کچھ یوں ہے:

ایک مشہور وکیل صاحب تھے۔ ان کا ایک نوکر تھا جس کا نام تو نور محمد تھا۔ لیکن اسے 'نروا' کہہ کر پکارتے تھے۔ نروا ان پڑھ تو تھا ہی لیکن اس کے دل میں علم حاصل کرنے کی شدید خواہش تھی۔ وہ گھر کے کام کاج سے فارغ ہوکر ایک قاعدہ لے کر بیٹھ جاتا اور کسی سے کچھ پوچھ کر یاد کر لیتا۔ اِس طرح ہوتے ہوتے اس نے پرائمری تک تعلیم مکمل کر لی۔ پھر اس کے دل میں مزید علم حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی اور اس نے مڈل کی کتابیں لے لیں اور فارغ وقت میں پڑھنے لگا۔ ایک دن وہ کسی کتاب کو پڑھنے میں مصروف تھا کہ وکیل صاحب نے اسے آواز دی۔

ابے اوئے نروے! ادھر آ۔ نروے نے کہا جی ابھی آتا ہوں۔ اس کے بعد پھر کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہوگیا۔ کچھ دیر کے بعد وکیل صاحب نے غصہ سے کہا: ابے اوئے نروے! تونے کون سا وکیل بن جانا ہے اِدھر آ۔ نروا آ گیا اور وکیل صاحب کا کام کر کے آ گیا۔ پھر اس کے دل میں سوال پیدا ہوا کہ میں کیوں وکیل نہیں بن سکتا؟ مجھ میں اور وکیل صاحب میں کیا فرق ہے؟ میں بھی تو انہی کی طرح کا انسان ہوں۔ چنانچہ اس نے وکیل بننے کا تہیہ کر لیا۔

نروے نے نوکری کے دوران ہی محنت سے، پڑھے لکھے لوگوں سے پوچھ پوچھ کر پہلے مڈل اور پھر میٹرک کا امتحان پاس کر لیا۔

اس کے بعد نوکری چھوڑ کر شہر چلا گیا۔ وہاں جا کر پرائیویٹ طور پر امیر لوگوں کے بچوں کو ٹیوشن پڑھاتا اور گزر بسر کرتا اور ساتھ مزید تعلیم حاصل کرنے کی تگ و دو کرتا۔ ہوتے ہوتے اس نے، ایف اے پھر بی اے کا امتحان بھی پاس کر لیا اور پھر ایل ایل۔ بی کر لیا۔ اس طرح وکیل بننے میں کامیاب ہوگیا۔

کئی سال بعد اس نے سوٹ پہنا، ٹائی لگائی اور اسی وکیل کے پاس چلا گیا جس کے پاس وہ نوکری کرتا تھا۔ وکیل صاحب نے کہا کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ وہ بولا کہ جناب آپ کا وہی پرانا خادم نروا ہوں۔ وکیل صاحب نے اسے گلے لگا لیا اور پیشکش کی کہ میرے پاس قانون کی کتابیں موجود ہیں تم جب چاہو ان سے استفادہ کر سکتے ہو۔

اِس طرح وہ 'نروا' نور محمد ایڈووکیٹ بنا اور عزت سے زندگی گزارنے لگا۔ اس واقعہ میں ایک سبق پوشیدہ ہے کہ انسان اگر محنت کرے تو بہر حال ترقی کر کے اپنی زندگی سنوار سکتا ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب کی دو بیگمات تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو کثیر اولاد سے نوازا۔ اور انہوں نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ہمدرد، خیرخواہ، غریب پرور، بڑے دعا گو اور متوکل انسان تھے۔ ان کے بچے تعلیم حاصل کر کے بڑے بڑے عہدوں تک پہنچے۔ آپ کے ایک بیٹے ھشام الحق جیو لاجیکل سروے آف پاکستان کوئٹہ میں ایک اعلیٰ عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ان کی ایک بیٹی ڈاکٹر امۃ الحی مونا جو کہ جنرل فزیشن ہیں، سندھ گورنمنٹ ہسپتال کراچی سے ریٹائر ہوئیں۔

آج مکرم ڈاکٹر صاحب کے بچے، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں پاکستان کے علاوہ کانگو، ملائیشیا، انگلینڈ، جرمنی، امریکہ، کینیڈا وغیرہ میں آباد و دلشاد ہیں۔ ان کے داماد ہدایت اللہ ہادی میرے میٹرک جماعت کے کلاس فیلو ہیں۔ یارک یونی ورسٹی ٹرانٹو سے ریٹائر ہوئے ہیں، احمدیہ گزٹ کینیڈا کے ایڈیٹر ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کی نصائح پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ نیز ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی سعادت عطا فرمائے۔ اللّٰھم آمین۔

(بشکریہ روزنامہ الفضل لندن آن لائن۔ 16 ستمبر 2021ء)

بقیہ از افرادِ جماعت دینی علوم میں مہارت حاصل کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دورۂ جرمنی 2005ء میں قائد تعلیم انصار اللہ کو فرمایا: ''عاملہ ممبران کا بھی جائزہ لیں کہ کتنوں نے یہ کتاب پڑھی ہے۔ مرکزی طور پر سارے ملک کے انصار سے امتحان لیں۔ فرمایا کسی کتاب کے چند صفحے دے دیں۔ بے شک کتاب دیکھ کر حل کر دیں۔ یہ کام کر لیں بہت بڑا کام ہے۔'' (سبیل الرشاد، حصہ چہارم، صفحہ 98)

اللہ تعالیٰ ہمیں دینی علوم سیکھنے اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اعلانات

احباب جماعت سے گزارش ہے کہ گزٹ میں شائع کروانے کے لیے اعلانات جلد از جلد لکھ کر بھجوایا کریں۔ نیز اعلانات مختصر مگر جامع اور مکمل ہوں۔ براہ کرم اپنا مکمل پتہ اور ٹیلی فون نمبر یا سیل نمبر ضرور لکھیں۔

دعائے مغفرت

☆ محترمہ ممتاز بیگم صاحبہ

7/ اکتوبر 2021ء کو محترمہ ممتاز بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم رشید احمد ملک صاحب مرحوم ڈرہم جماعت 87 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ 9/ اکتوبر 2021ء کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں ساڑھے بارہ بجے مکرم قاسم لطیف صاحب مینیجر احمدیہ فیونرل ہوم سروسز نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اگلے روز 10/ اکتوبر کو سوا ایک بجے بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور اس کے بعد مکرم مینیجر صاحب موصوف نے ہی دعا کرائی۔ مرحومہ نیک، صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار، ہمدرد وخیر خواہ اور دعا گو خاتون تھیں۔ آپ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

پسماندگان میں ایک بیٹا مکرم سلیم احمد رشید صاحب ڈرہم، پانچ بیٹیاں محترمہ فریدہ ملک نسیم صاحبہ اہلیہ مکرم وسیم احمد نسیم صاحب ڈرہم، محترمہ منصورہ ملک صاحبہ، محترمہ شاہدہ ملک صاحبہ کراچی، محترمہ زاہدہ ملک صاحبہ لاہور، محترمہ راشدہ ملک صاحبہ کراچی یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ محترمہ قانتہ نسیم صاحبہ

7/ اکتوبر 2021ء کو محترمہ قانتہ نسیم صاحبہ اہلیہ مکرم برکات الرحمٰن نسیم چغتائی صاحب مرحوم بریمپٹن ایسٹ جماعت 86 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ 9/ اکتوبر 2021ء کو عالمی وبا کووڈ کی وجہ سے ان کی نماز جنازہ میموریل گارڈن قبرستان میں گیارہ بجے مکرم عمیر احمد خاں صاحب مربی سلسلہ بریمپٹن نے پڑھائی۔ اور تدفین کے بعد مکرم مربی صاحب موصوف نے ہی دعا کرائی۔ مرحومہ، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت مولوی فضل الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہو تھیں۔ نیک، صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار، ہمدرد وخیر خواہ اور دعا گو خاتون تھیں۔ آپ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

پسماندگان میں دو بیٹے مکرم عابد نسیم چغتائی صاحب اور مکرم زاہد نسیم چغتائی صاحب لاہور اور تین بیٹیاں محترمہ فرزانہ اسلم چوہدری صاحبہ کاسل مور، محترمہ رخسانہ چوہدری صاحبہ بریمپٹن ایسٹ، محترمہ فرحت نسیم صاحبہ ہملٹن یادگار چھوڑی ہیں۔ مرحومہ ابتدا سے ہی اپنی صاحبزادی محترمہ فرزانہ اسلم چوہدری صاحبہ کے ہاں مقیم تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو طویل عرصہ تک اپنی امی کی غیر معمولی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

☆ مکرم بشارت احمد لون صاحب

8/ اکتوبر 2021ء کو مکرم بشارت احمد لون صاحب بریمپٹن ویسٹ جماعت 78 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ 12/ اکتوبر 2021ء کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں ساڑھے بارہ بجے مکرم قاسم لطیف صاحب مینیجر احمدیہ فیونرل ہوم سروسز نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مینیجر صاحب موصوف نے دعا کرائی۔ مرحوم نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار، ہمدرد وخیر خواہ اور دعا گو بزرگ تھے۔ آپ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

پسماندگان میں ایک بیٹا مکرم عمران لون صاحب بریمپٹن ویسٹ اور ایک بیٹی محترمہ صباح لون صاحبہ امریکہ کے علاوہ تین بھائی مکرم سلیم لون صاحب، مکرم مبشر لون صاحب، مکرم نثار لون صاحب، مکرم طاہر لون صاحب یوکے اور چار بہنیں محترمہ فریدہ احمد صاحبہ، محترمہ فہمیدہ چوہدری صاحبہ، محترمہ رافعہ چوہدری صاحبہ یوکے اور محترمہ تنویر چوہدری صاحبہ امریکہ سوگوار چھوڑی ہیں۔ مرحوم ابتدا سے ہی اپنے بیٹے مکرم عمران لون صاحب بریمپٹن ویسٹ کے ہاں مقیم تھے جنہیں اپنے والد کی طویل عرصہ غیر معمولی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطا فرمائے۔

☆ محترمہ محمودہ حسین صاحبہ

9/ اکتوبر 2021ء کو محترمہ محمودہ حسین صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ خادم حسین صاحب مرحوم سابق استاد انگریزی وفارسی جامعہ احمدیہ ربوہ، بریمپٹن ایسٹ جماعت 86 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ 13/ اکتوبر 2021ء کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں ساڑھے بارہ بجے مکرم قاسم لطیف صاحب مینیجر احمدیہ فیونرل ہوم سروسز نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم قاسم لطیف صاحب نے ہی دعا کرائی۔ مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ نیک، صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار، ہمدرد وخیر خواہ اور دعا گو خاتون تھیں۔ آپ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

پسماندگان میں تین بیٹے مکرم راشد ربانی صاحب لاہور، مکرم شاہد ربانی صاحب پیس ویلج، مکرم زاہد ربانی صاحب راولپنڈی اور سات بیٹیاں محترمہ سمیرا ناہید صاحبہ بریمپٹن ویسٹ، محترمہ مبشرہ خاں صاحبہ ویسٹن انگلنٹن، محترمہ شہلہ حسین نوید صاحبہ جرمنی، محترمہ منورہ صدیقہ صاحبہ، محترمہ بشریٰ شکور صاحبہ یوکے، محترمہ زاہدہ رزاق صاحبہ جرمنی، محترمہ پروین الیاس صاحبہ مانٹریال اور دو بھائی مکرم مولانا محمد ایوب بٹ صاحب درویش قادیان، مکرم محمود احمد بٹ صاحب مانٹریال یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحومہ ابتدا سے ہی اپنی صاحبزادی محترمہ سمیرا ناہید صاحبہ بریمپٹن ویسٹ کے ہاں مقیم تھیں جنہیں اپنی والدہ کی طویل عرصہ غیر معمولی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطا فرمائے۔

☆ محترمہ بشریٰ ناصر صاحبہ

12/ اکتوبر 2021ء کو محترمہ بشریٰ ناصر صاحبہ حلقہ سکاربرو ساؤتھ 80 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ 14/ اکتوبر 2021ء کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں ساڑھے بارہ بجے مکرم عبدالماجد قریشی صاحب لوکل امیر مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم عثمان احمد صاحب لوکل امیر ٹرانٹو نے دعا کرائی۔ مرحومہ نیک، صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار، ہمدرد وخیر خواہ اور دعا گو خاتون تھیں۔ آپ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

پسماندگان میں شوہر مکرم چوہدری ناصر احمد بوٹا صاحب ابن مکرم چوہدری محمد بوٹا صاحب مرحوم سیالکوٹ ہاؤس غلہ منڈی ربوہ، دو بیٹیاں محترمہ طوبیٰ ناصر صاحبہ، محترمہ صبیحہ نصیر صاحبہ اور مکرم عامر ظہور صاحب اور مکرم نصیر احمد صاحب ٹرانٹو داماد یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحومہ کے اور بھی اعزا واقارب کینیڈا میں مقیم ہیں۔

☆ محترمہ صباحت سعید صاحبہ

13/ اکتوبر 2021ء کو محترمہ صباحت سعید صاحبہ مِسس ساگا جماعت 71 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 18/ اکتوبر 2021ء کو مسجد بیت الحمد مِسس ساگا ساؤتھ میں ساڑھے چار بجے مکرم قاضی مبارک احمد صاحب ریجنل امیر ہالٹن نیاگرا ریجن نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسی روز بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم کرنل (ر) انور احمد صاحب مِسس ساگا نے دعا کرائی۔ مرحومہ نیک، صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، خلیق، ملنسار، ہمدرد و خیرخواہ خاتون تھیں۔ آپ کا خلافت کے ساتھ تعلق تھا۔

پسماندگان میں تین بھائی مکرم خالد سعید صاحب امریکہ، مکرم حامد سعید صاحب مِسس ساگا ساؤتھ، مکرم ڈاکٹر شاہد سعید صاحب امریکہ، چار بہنیں محترمہ عفت محمود صاحبہ آٹواہ، محترمہ نزہت صاحبہ راولپنڈی، محترمہ طلعت خاں صاحبہ حیدرآباد دکن، محترمہ نگہت کھوکھر صاحبہ امریکہ یادگار چھوڑی ہیں۔ مکرم حامد سعید صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ زاہدہ سعید صاحبہ نے ابتدا سے ہی مرحومہ کا بہت خیال رکھا اور تادم آخر انہیں مرحومہ کی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطا کرے۔ آمین

☆ محترمہ شاکرہ ابراہیم صاحبہ

11/ اکتوبر 2021ء کو محترمہ شاکرہ ابراہیم صاحبہ اہلیہ مکرم سید محمد ابراہیم صاحب مرحوم ملٹن ویسٹ جماعت 74 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 12/ اکتوبر 2021ء کو مسجد بیت الحمد مِسس ساگا میں چار بجے مکرم ڈاکٹر سید محمد اسلم داؤد صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے اپنی چچی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اگلے روز 13/ اکتوبر کو بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں گیارہ بجے تدفین ہوئی اور مکرم ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہی دعا کرائی۔ مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک، صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار، ہمدرد و خیرخواہ اور دعاگو خاتون تھیں۔ مرحومہ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

پسماندگان میں ایک بیٹا مکرم سید محمد سلیمان صاحب سیسکاٹون تین بیٹیاں محترمہ صائقہ صدف رؤف صاحبہ لندن یوکے، محترمہ شازیہ صادقہ ندیم صاحب بریڈفورڈ، محترمہ سیدہ صائمہ افشین صاحبہ اہلیہ مکرم سید عبدالمبین رضوی صاحب ملٹن ویسٹ اور تین بھائی مکرم ضیاء الدین صاحب، مکرم ناصر الدین صاحب امریکہ اور مکرم مصباح الدین صاحب بریمپٹن یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحومہ دارالرحمت غربی ربوہ کے نیک، صالح، دعاگو بزرگ مکرم سید بشیر الدین بھاگلپوری صاحب مرحوم کی صاحبزادی تھیں۔

☆ مکرم احمد سعید خاں صاحب

13/ اکتوبر 2021ء کو مکرم احمد سعید خاں صاحب بریمپٹن ایسٹ جماعت 72 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 15/ اکتوبر 2021ء کو مسجد بیت الحمد مِسس ساگا میں بارہ بجے مکرم قاسم لطیف صاحب مینیجر احمدیہ فیونرل ہوم سروسز نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد قبرستان بریمپٹن میں ایک بجے تدفین ہوئی اور مکرم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے دعا کرائی۔ مرحوم نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، خلیق، ملنسار، ہمدرد و خیرخواہ تھے۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ تعلق تھا۔

پسماندگان میں اہلیہ محترمہ طاہرہ بھٹی خاں صاحبہ، چار بیٹے مکرم دانیال احمد خاں صاحب ٹرانٹو، مکرم عثمان احمد خاں صاحب آٹواہ، مکرم طارق احمد صاحب گلف، مکرم احسان احمد صاحب ٹرانٹو اور ایک بیٹی محترمہ عائشہ صائمہ خاں صاحبہ بریمپٹن ایسٹ اور تین بہنیں محترمہ یاسمین خاں صاحبہ سکاربرو، محترمہ نیلوفر تال پور صاحبہ اور محترمہ مبشرہ صاحبہ ٹرانٹو یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ محترمہ راشدہ خاں صاحبہ

14/ اکتوبر 2021ء کو محترمہ راشدہ خاں صاحبہ اہلیہ مکرم ملک ناصر احمد خاں صاحب مرحوم ٹرانٹو جماعت 78 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 16/ اکتوبر 2021ء کو مسجد بیت الحمد مِسس ساگا میں ایک بجے مکرم قاسم لطیف صاحب مینیجر احمدیہ فیونرل ہوم سروسز نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں ڈیڑھ بجے تدفین ہوئی اور مرحومہ کے بچوں کے چچا مکرم ملک مبشر احمد صاحب پیس ولیج نے دعا کرائی۔ مرحومہ نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کی پابند، خلیق، ملنسار، ہمدرد و خیرخواہ تھیں۔ مرحوم کا خلافت کے ساتھ تعلق تھا۔

پسماندگان میں ایک بیٹا مکرم طاہر احمد ملک صاحب ٹرانٹو، تین بیٹیاں محترمہ ثمینہ ملک صاحبہ ٹرانٹو ایسٹ، محترمہ ناصرہ ملک صاحبہ آٹواہ، محترمہ یاسمین پراچہ صاحبہ ٹرانٹو ایسٹ اور تین بھائی مکرم ملک مجاہد احمد صاحب لاہور، مکرم ملک اسد احمد صاحب سرگودہا، مکرم کرشن احمد صاحب امریکہ اور دو بہنیں محترمہ طاہرہ ملک صاحبہ لاہور، محترمہ شمع جاوید صاحبہ ربوہ یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ مکرم مرزا زبیر احمد صاحب

12/ اکتوبر 2021ء کو مکرم مرزا زبیر احمد صاحب مل واکی امریکہ 35 سال کی عمر میں کار کے حادثہ میں وفات پاگئے اور ان کی اہلیہ محترمہ عائشہ عنبر سعید صاحبہ بھی زخموں کی تاب نہ لاکر 17 اکتوبر کو جاں بحق ہوگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 18/ اکتوبر 2021ء کو مسجد بیت الحمد مِسس ساگا میں ڈیڑھ بجے مکرم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اسکے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں اڑھائی بجے تدفین ہوئی اور مکرم مولانا صاحب موصوف نے ہی دعا کرائی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ اور ملواکی جماعت کے قائد خدام الاحمدیہ تھے۔ آپ مکرم کرنل (ر) مرزا نصیر احمد صاحب سیکرٹری امور عامہ جماعت اسلام آباد اور محترمہ ناہید احمد صاحبہ ریجنل پریذیڈنٹ لجنہ اماء اللہ اسلام آباد کے صاحبزادے تھے۔ نہایت ہی نیک، صالح اور مخلص گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔

مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑپوتے اور حضرت ڈاکٹر عبدالرحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف کوئٹہ کے پڑنواسے تھے۔ مرحوم نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، خلیق، ملنسار، ہمدرد و خیرخواہ تھے۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

پسماندگان میں سوگوار والد مکرم کرنل (ر) مرزا نصیر احمد صاحب، والدہ محترمہ ناہید احمد صاحبہ اسلام آباد، دو بھائی مکرم مرزا ناصح احمد صاحب ٹرانٹو، مکرم مرزا مجاہد احمد امریکہ اور ایک ہمشیرہ محترمہ نادیہ بشریٰ مرزا صاحبہ ٹرانٹو یادگار چھوڑی ہیں۔ کینیڈا اور امریکہ میں مرحوم کے اور اعزا واقارب بھی قیام پذیر ہیں۔

ان دونوں مکرم مرزا زبیر احمد صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ عائشہ عنبر صاحبہ کی انتہائی افسوسناک اور المناک حادثاتی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین!

☆ مکرم پروفیسر حبیب احمد صاحب

22/ اکتوبر 2021ء کو مکرم پروفیسر حبیب احمد صاحب میپل جماعت 91 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن. 26/ اکتوبر 2021ء کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں پونے ایک بجے مکرم آصف احمد خاں مجاہد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں ڈیڑھ بجے تدفین ہوئی اور اس کے بعد ان کے صاحبزادے مکرم نصیر احمد حبیب صاحب یوکے نے دعا کرائی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، خلیق، ملنسار اور دعا گو بزرگ تھے۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت میاں چراغ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سارہ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صاحبزادے اور حضرت میاں جمال الدین سیکھوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے تھے۔

مرحوم سیرالیون میں احمدیہ سیکنڈری سکول کے پرنسپل اور جامعہ احمدیہ ربوہ میں پروفیسر تھے، تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں انگریزی پڑھاتے رہے۔ اپنے رفقاء میں مقبول اور طلباء میں ہر دلعزیز استاد تھے۔ 24 سال تعلیم وتدریس سے وابستہ رہے۔

پسماندگان میں تین بیٹے مکرم نصیر احمد حبیب صاحب یوکے، مکرم بشیر احمد حبیب صاحب لاہور، مکرم ظہیر احمد صاحب جرمنی، دو بیٹیاں محترمہ امۃ الشکور صاحبہ جرمنی، محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ اہلیہ مکرم ملک فضل احمد صاحب میپل، دو بہنیں محترمہ صالحہ صولت صاحبہ اور محترمہ امۃ المنان صاحبہ امریکہ یادگار چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی صاحبزادی محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ اور ان کے داماد مکرم فضل احمد ملک صاحب کو مرحوم کی غیر معمولی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطا فرمائے۔

☆ مکرم احمد نواز خاں صاحب

25/ اکتوبر 2021ء کو مکرم احمد نواز خاں صاحب بریمپٹن ایسٹ جماعت 82 سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن. 28/ اکتوبر 2021ء کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں ایک بجے مکرم آصف احمد خاں مجاہد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں ڈیڑھ بجے تدفین ہوئی اور مکرم آصف علی صاحب مربی سلسلہ بریمپٹن نے دعا کرائی۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، خلیق، ملنسار، منکسر المزاج اور دعا گو بزرگ تھے۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ آپ، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے پہلے پرائیویٹ سیکرٹری مکرم میاں محمد یوسف خاں صاحب کے نواسے تھے۔

پسماندگان میں اہلیہ محترمہ شہناز پروین صاحبہ ایک بیٹا مکرم فراز نواز صاحب، ایک بیٹی محترمہ رداشان الحق صاحبہ بریمپٹن ایسٹ ایک بھائی مکرم محمد نواز صاحب لاہور، اور تین بہنیں محترمہ سیمی رخ صاحبہ، محترمہ شہزاد ناصر صاحبہ لاہور اور محترمہ شہناز باسط صاحب آسٹریلیا یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ محترمہ آمنہ طیبہ صاحبہ

27/ اکتوبر 2021ء کو محترمہ آمنہ طیبہ صاحبہ اہلیہ مرحوم مکرم عبداللطیف سنوری صاحب مارکھم جماعت 82 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن. 29/ اکتوبر 2021 کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں ایک بجے مکرم آصف احمد خاں مجاہد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں ڈیڑھ بجے تدفین ہوئی اور ان کے صاحبزادے مکرم عبدالشکور صاحب امریکہ نے دعا کرائی۔ مرحومہ حضرت حاجی محمد دین تلونڈی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف درویش قادیان کی بیٹی تھیں۔ اور مرحومہ کے شوہر مکرم عبداللطیف سنوری صاحب مرحوم، حضرت منشی عبداللہ سنوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے۔ مرحومہ نیک، صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار اور دعا گو بزرگ خاتون تھیں۔ مرحومہ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

پسماندگان میں مرحومہ نے تین بیٹے مکرم عبدالشکور صاحب، مکرم افتخار احمد نغمی صاحب امریکہ، مکرم عبداللہ عابد صاحب مارکھم اور تین بیٹیاں محترمہ فرخ احمد صاحبہ، محترمہ طاہرہ لطیف صاحبہ مارکھم، محترمہ سمیرا لطیف صاحبہ جاپان، دو بھائی مکرم رشید احمد ارشد صاحب اور مکرم رفیق احمد صاحب امریکہ یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ

31/ اکتوبر 2021ء کو محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم غلام احمد صاحب پیس ویلج جماعت 81 سال کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن. 2/ نومبر 2021ء کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں ساڑھے بارہ بجے مکرم آصف احمد خاں مجاہد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں ڈیڑھ بجے تدفین ہوئی اور مرحومہ کے شوہر مکرم غلام احمد صاحب نے دعا کرائی۔ مرحومہ نیک، صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار اور دعا گو بزرگ خاتون تھیں۔ مرحومہ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

پسماندگان میں مرحومہ نے شوہر کے علاوہ تین بیٹے مکرم اختر محمود صاحب، مکرم شاہد محمود صاحب جرمنی اور مکرم وسیم احمد صاحب پیس ویلج یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکرم وسیم احمد صاحب کو اپنی والدہ کی غیر معمولی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے جزیل عطا کرے۔

ادارہ مذکورہ بالا مرحومین کے تمام پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے۔ اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن مرحومین کے لواحقین اور عزیزوں کو صبر جمیل بخشے۔ اور اُن کی نیکیوں اور خوبیوں کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کے ساتھ مغفرت اور بخشش کا سلوک فرمائے۔ آمین!

یاد رہے کہ موجودہ عالمی وبا کووڈ۔19 کے پیش نظر حکومت کینیڈا کے جملہ قواعد وضوابط اور سماجی فاصلے کی شرائط کو برقرار رکھتے ہوئے نماز ہائے جنازہ اور قبرستان میں تدفین کے مواقع پر صرف چند اعزہ واقارب نے ہی شرکت کی۔

احمدیہ گزٹ کے قارئین کرام سے ایک ضروری گزارش

ایسے احباب جو چاہتے ہیں کہ انہیں احمدیہ گزٹ کینیڈا بذریعہ ڈاک نہ بھجوایا جائے۔ بلکہ وہ آن لائن پڑھنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ ادارہ کو اپنے کوڈ نمبر کے ساتھ جلد از جلد مطلع فرمائیں۔ تاکہ انہیں بذریعہ ڈاک گزٹ نہ بھجوایا جائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

manager@ahmadiyyagzette.ca.
Mobile: 647-988-3494
tajnid@ahmadiyya.ca.
905-303-4000 ext.2235